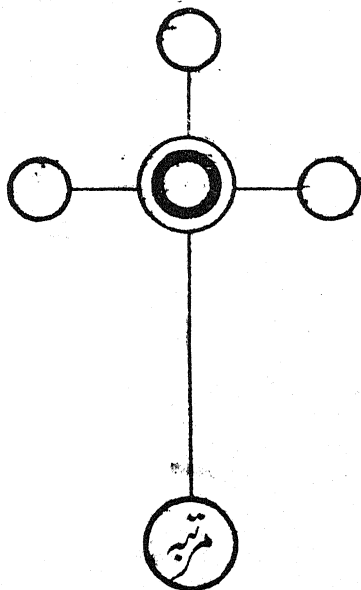


# اردو زبان کے اچھے اشعار

بہ لحاظِ حرفِ تہجی



سید محمد عسکری باقری

MS. A. 591. 40.  
388

نام مرتب :- سید محمد کبری باقری  
ڈپٹی کلکٹر روضہ

باقری منزل 35-1-22 نور خاں بازار

حیدر آباد ۲۲-۱۷ پی ایٹیا

کتابت :- میرزا عادل نجی

مطبع :- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدر آباد

تعداد :- (۵۰۰) سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

ملنے کے پتے

(۱) مکان مرتب :-

(۲) سلمان بک سنٹر دار الشفاء

حقوق بکری، محفوظ، قیمت ۱۵ روپے

اب بھی باغِ رفتہ ہمارے عرش پر ان کے کھینچا ہے مرا تھکے داماں اپنا آرزوئے چشمہ کوثر نہیں ایک دن ہاتھ لگایا تھا تیرے دامن کو ارضِ سما کہانتری و سحر کو پا کے اقرار میں کہاں ہے انکار کی یہ خوبی اک میں خار تھے آنکھوں میں سبھی کے سوجھے ایک جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے ان گل خوں کی قابض ہے یوں ہو ہیں آگے کوئے کیا کر میں دستِ طمع دراز اٹھتے نہیں پلک سے تاہم تلک بھی آدیں اتنی نہیں ہے دیدہ ورائی کہ غیر سے ایک دم بھی نہ ملا ہم کو فساد اگر کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آئے	گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا کیا کروں گونہ کروں چاک گریبا اپنا تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا اب تلک میرے خیالت کے گریبان کے بیچ میرا ہی لپٹے ہو کہ جہاں تو سما کے ہمنا ہے شوق غالب اسکی نہیں نہیں پر بلبل خوش رہا اب تم گل و گلزار کے ساتھ دائیں کے چاک اور گریبان کے چاک میں جس نگے چلکتی پھولوں کی ڈالیا ہیں وہ ہاتھ سو گیا، سر باد دھڑے دھڑے پھرتی ہیں دنگا میں پلوں کے سائے آنکھیں لڑائیے ہیں آنکھیں دکھائیے اس دل بے قرار کے ہاتھوں غلام حسن کہ ہم کو راہ میں اک آشنائے لوٹ لیا تغیر کبر آبادی
--	--

آپی کیا ہے اپنے گریبا کو ہم نے چاک	آپی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا	نظر اکبر آبادی
امند کے آنکھ سے اکبار بہہ چلے آنسو	نفسی شہی میں جو ذکر و دایا ر آیا	خواجہ حسن
اک تو تھا آتش سوزاں بدنِ سرخ ترا	شعلہ بر شعلہ ہوا پیر بنِ سرخ ترا	خواجہ عیسیٰ آتش
ایک شب بلبل بیتاب کے جاگے نہ نصیب	پہلے گل میں کبھی خار نے سونے نہ دیا	" " "
امانت کی طرح رکھا زمینِ روزِ محشر تک	نہ اک موکم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا	" " "
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے	میں جا ہی صوندِ معاشریٰ میں ہ گیا	" " "
اس ہلا جاں سے آتش دیکھنے کیونکر بیٹھے	دل کو آئینہ نازک دل سے نازک خوئے دست	" " "
اس قدر اہل جہا کو ہے محبت زر کی	پیٹ میں مار سونے کا جو خنجر ہوتا	" " "
اے اہل ایک دن آخر تجھے آنا ہے دلے	آج آتی شبِ فرقت میں تو احسا ہوتا	اما بخش ناسخ
تو بگھیر کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے	مرے بھی چن نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات	رو کر گزار یا اسے ہنس کر گزار دے	"
آغند لیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہا دل	رند بکھنوی
صدادی کعبہ میں ناقوسِ دیر میں پھونکا	کہا کہاں ترا عاشقی تجھے پکار آیا	رضا برق
نقشِ پاکے سجدے کیا کیا کیا ذلیل	میں کو چہرِ قریب میں کبھی سر کے محل گیا	موتن خاموش
اللہ دی گری بہت و بہت خانہ چھوڑ کر	موتن چلا ہے کعبہ کو اک پار سا کے ساتھ	" "
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی	" "



اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکمت  
 اسیر کر کے ہیں حکم دے گیا صیاد  
 ازل تمام نفع ہے سودائے عشق میں  
 ان حسنیوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ  
 اپنی جیلوں میں ساکن ساری ہشتا  
 اس چپ میں کہ کوئی نہیں سننے والا  
 اگر حد سے گزریں تو بیشک حرام  
 اتر گئی سہر بازہ شیخ کی گہری  
 اہل عشر دیکھ لوں قاتل کو تو پہچان لوں  
 اگر کچھ رو ہیں انجم آسمان تیرا ہے یا میرا  
 اے طاہر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی  
 آمین جو اندراں حق گوئی و بیباکی  
 اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو  
 آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن  
 اتر کے آئینہ میں چڑھتے تھے میرا منہ  
 اک منہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ  
 نفس ہونگے تو انکے نہ بال پر رکھنا  
 اک جان کا زیاں ہے سوایا زیاں نہیں  
 ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستا نادل کا  
 اک بزرگ آتے ہیں سجد میں خضر کی صورت  
 و نہ کہنے کو میرا لب گویا ہم ہیں  
 جو تھوڑی سی پی پی لی تو کیا ہو گیا  
 گرہ میں دامن نہ ہوں ادھار پی ہو گیا  
 مجھ کو بھالی شکل تھی اور کچھ بھلا نام تھا  
 مجھے فکر جمالیوں ہو جہا تیرا ہو یا میرا  
 جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی  
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں دباہی  
 خاموشی دل سوزی مسرتی در عنائی  
 آیا مرا خیال تو شراب کے رہ گئے  
 دیکھا مجھے تو جھینپ گئے منہ چھپا لیا  
 زندگی کا ہے کوئی خواب ہے دیوانے کا  
 فانی بدایونی

فانی بدایونی	دکھی تیر منہ نول پہنسی آئی ہوئی سی	اک برق سر طوطے لہرائی ہوئی سی
..	تو بھی مری طرح سے لٹا ہے شباب میں	آ لے گل خسرہ لگا لوں تجھے گلے
اقبال احمد سیال	ابھی دیوار زنداں میں ہوا جانا، دریدا	ایسویں بھی ہو جائیں کچھ آشفۃ ستریدا
رضاعی جنت	ہائے وہ افسوں جو آخر کو فنا نہ ہو گیا	اس نگاہ شریکس نے کر دیا رسوا ہیں
آزاد بکھنوی	بھیدیں کھولنا چاہا وہ دیو انہ ہوا	اللہ اللہ حسن کی یہ پردہ داری دیکھئے
محمد ناصر علی ناظر	کہ ان کے پر کتر لیتے ہی تب آزاد کرتے ہیں	ایسرا قفس پر ظلم تو صیاد کرتے ہیں
جعفر علی خاں آثر	رنگ لایکا ابھی خون شہیداں کیا کیا	انگلیا اٹھنے لگیں ست خانی پہ سترے
تلوک چند ہر دم	اپنا تو پائے شوق سلاسل میں ہ گیا	اے ہر مان شست محبت چلے جلو
محمد نوح نازوی	یہ بھی اک امر اتفاقی ہے	آپ ہیں ہم ہیں مئے ہے ساتی ہے
حکمراد آبادی	ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا	اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
..	آلے غم محبت تجھے کو گلے لگائیں	اب ان کا کیا بھروسہ وہ آئیں یا نہ آئیں
..	ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے	اے محبت پھینک اے محبت پھینک
..	تم جا جان سن ہوا دم میں جان عاشقی	آؤ جابر ہم کریں پیدا نیا عالم کریں
شیر حسین خاں جوش	اس کا غم ہے کہ بہت دیر میں بر باد کبا	اس کا رونا نہیں کیوں تم نے کیا دل بر باد
..	مشتوئے دے کے ہٹ گئے اجاب	آرٹے آیا نہ کوئی مشکلی میں
ناجور	ابھی حیات کے چہرے پہ آب و تاب نہیں	ابھی کچھ اور ہوا انسان کا لہو پانی

ایسا نہ ہو یہ دردِ لازوال	ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوانہ کر سکو	تبسم
انہیں دیکھا تو زاہد کہا ایمان کی یہ ہے	کہ اب انسان کو سجدہ و اہونے کا وقت آیا	بشیر
آنکھوں میں ہے اک گورِ غریبانِ تمتا	ہر آنکھ میں اک شوق کی تربتِ نغرائی	آندازِ انصاف
اونک پاش تجھے اپنی ملامت کی قسم	بات تو جیسے ہے کہ ہر زخمِ نکداں ہو جا	شاہِ ہند و افغان
ادائے سن نے بخشی ہے طاقتِ پرواز	جوئے شوق میں اڑتا ہو بالِ دہرے کہا	احمد میر کا گوری
آزادی کی دھویں ہیں شہر ہیں ترقی کے	ہر گام ہے پسپائی ہر وضع غلامانہ	صدیقِ مجتبیٰ
امید تو بند جاتی تسکین تو ہو جاتی	وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہو جاتا	جبراع حسن حسرت
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ آفت	یا غم نہ دیا ہو یا دل نہ دیا ہو	۔۔۔
انکھ تھارت بھی اور سستی کا پیمانہ بھی	ایک جھلکتے سا غریب ہے بھی ہے مینا بھی	ساعرِ نظامی
اک بار مجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا	سو بار جنوں نے تری تصویر دکھا دی	ماہرِ نقادری
اک دلکش نگاہ میں اللہ یہ خلش	نشر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جا	عند تیب
آنکھ میں آنسو لب پہ خموشی	ماہرِ نقادری	
ان لبوں کو تھا گستاخیوں کا حوصلہ	ہم نے مانا عمر بھر وہ ہم کو ترسا مانا	اختر شیرانی
انہیں کو غمی فاکا تھا اشتیاقِ بہت	ابن کو عرضِ وفا ناگوار گزری ہے	جواد علی عابد
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں	اے خادِ دنیا میں تیری ریت کیا ہوتا نہیں	بالِ مکہ عرش
اک شہر میں اک آہوے خوش چشم سے ہم کو	کم کم کچھ سہی نسبتِ پیمانہ رہی ہے	مخدوم محی الدین

اس عہد میں بھی دست کو تین کے پاور صفت  
 آنسوؤں کو بھی پیا جرعہ صہبا کی طرح  
 ابھی آزادی انسان ہے فریب انسان  
 اتنا بھی ہوش کس کو مری جستجو میں تھا  
 اے موجِ بلا! کو بھی ذرا دو چار تھمیرے بلکے سے  
 اک ایسا راز دیا ہے مجھے چھپانے کو  
 اپنی ہستی کی حقیقت کیا میں دینا بچوں کو  
 ان کی معصوم اداؤں پہ نہ جانا اے دل  
 اٹھ کر تو آگئے ہیں تری یزم سے مجھ  
 اللہ اللہ کس قدر نازک ہے وہ دورِ حیات  
 اک فصلِ گل کو لیکے نئی دست کیا کریں  
 اک عقیدت ہے وضع داری ہے  
 آنکھوں کی تینڈل کا لکڑی خواب ہو گیا  
 آگ بھی ان گھروں کو لگتی ہے  
 ان کا ذکر ان کی تمنا ان کی یاد  
 اکثر یہ زخم ترکِ محبت خدا گراہ  
 بہ کجا پہ انکی جو کی تھی سو کھی ہے  
 ساغر و جام بنے دیدہ پریم کیا کیا  
 دل انسان، نشانہ وہی انسانوں کا  
 کب سے جہنم کے گردش دوران گذر گئی  
 کچھ لوگ ابھی تک حل طوفانِ ظاہر کرتے ہیں  
 جسے وہ چاہیں تو خود بھی چھپا نہیں سکتے  
 کاش کہ آج بادل سوزِ غم جو پڑا انوں میں ہے  
 سادگی میں بھی قیامت کا فسوں ہوتا ہے  
 کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں  
 جس میں پھولوں پر کھی شبنم لگا پڑے  
 اتنی جو فصلِ گل تو گریہاں بھی چاہئے  
 بے وفا سے نباہ کرتے ہیں  
 میں سوچتا ہوں یہ بھی کوئی زندگی ہوئی  
 جن گھروں میں چراغ جلتے ہیں  
 وقت کتنا قیمتی ہے آج کل  
 گزرا چلا گیا ہوں دیارِ حبیب سے

محمد حمی الدین  
 اختر انصاری  
 شاہد عزیز ریش  
 روش صدیقی  
 حسین حسن جذیبا

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

” ”

ان کا آنا حشر سے کچھ کم نہ تھا	اور جب ملے قیامت ڈھا گئے	نثار احمد نثار
اے حریص میکہ خونِ زندگی نہ پی	تو شراب اگر پیے تجھ کو پارسا کہوں	نثار واعدی
اغیار کو گل پیر سنی ہم نے عطا کی	اپنے لئے پھولوں کا کفن ہم بنایا	.. ..
اک نیم تبسم سے ہوتا ہے جن زندہ	یعنی نفسی سیکھے غنچہ دہنی پہلے	.. ..
اہلِ کمال کا ہے پتہ تیرگیِ غم	ڈھونڈو میں چراغ اندھیر جو گھر ملے	.. ..
آنا ز محبت اور لڑو ماتمہ نکلا جاتا ہے	جیسے فی الہر کا اچھل دھکا جاسر کا جا	.. ..
آگے جہین شوق تجھے اختیار ہے	یہ دیر ہے یہ کبہ ہے یہ کوئے یار ہے	.. خمار
اے دوست آگہی جا کہ میں تصدیق کر گواہ	سب کہہ رہے ہیں آج فضا خوشگوار ہے	.. ..
ایک کوزہ میں سما جا سیکادریا کیونکر	کس طرح رکھ کے لفافہ میں تمنا بھیجوں	ادا جعفری
اے دوست ہم نے ترکِ محبت باوجود	محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی	رضا ناصر
آئی تھی چند گام ہی بیوفا کے ساتھ	بھر غم بھر کو بھول گئی زندگی ہمیں	جاوید کمال
آنکھوں کا تو کام ہی ہے رونا	یہ گریہ بے سبب ہے پیارے	.. ..
اے بادِ صبا ہم تو جب جانیں بہاائی	سوسن میں ہو گویا تیری نگر میں ہو بنیائی	رشید کوثر

## ب

بلند آواز سے گھر ڈال چہا یہ غافل  
 بے وقایتی کچھ نہیں تقصیر  
 مال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ  
 بخودی میں ہم تو تیرا در سمجھا جھک گئے  
 بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا  
 بے نیازی سے فریب بُتِ عیار نہ دے  
 بتوں کو چاہے ہم تو عذاب ہی میں رہے  
 بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی  
 بُت کریں آرزو خدائی کی  
 بندگی میں بھی وہ آزاد وہ خود ہیں ہم  
 یک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ  
 بے عذر وہ کر لیتے ہیں عذریہ سمجھ کر  
 بُت کو بُت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں  
 بات کرنی تک نہیں آتی نہ تھی

گئی یہ بھی گھری تجھ عمر اور تو نہیں جیتا  
 تجھ کو میری وفات ہی اس نہیں  
 اب توقع نہیں رہائی کی  
 اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بیتخانہ تھا  
 جو حیران تو اک قطرہ خون نہ نکلا  
 ہم نہ مانیں گے خدا صورت انسان ہو گا  
 شبِ فراق کئی روز انتظار آیا  
 لیجئے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دیں  
 شان ہے تیری کبریائی کی  
 اُلٹے پھر آئے در کعبہ اگر روانہ ہوا  
 کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی  
 یہ اہلِ حروت ہیں تقاضہ نہ کریں گے  
 ہم بھی کہیں کہ تجھے کچھ کیا کہتے ہیں  
 یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

محمد شاہ کراچی  
 سید محمد میر اثر  
 میر  
 طالب جے پور  
 آتش  
 رحیم الدین جہا  
 وزیر علی بک  
 محمد علی بک  
 سید خاندان  
 غالب  
 شیفتہ  
 داغ

برق نے اک طرزِ بیتابی مر لیکھا تو کیا  
 بلایا موت کو سہول میں التجا کر کے  
 بند کی آنکھیں تو پایا تجھ کو اے پردہ نشین  
 بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی  
 بچپن سے ہی یہ کہتے ہیں انداز آپ کے  
 بلا سے ہو پامال سارا زمانہ  
 باغیاں آگ دی جب آشیانے کو مر  
 باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں  
 بے خطر کو دیر آتشِ نمرود میں عشق  
 بزمِ اغیار میں ہر حید وہ بیگناہ ہے  
 برق کو ابر کے دان میں چھپا دیکھا ہے  
 بھلا وہ خاطرِ آزرہ کی تسکین کیا جا  
 بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ یا بچن اچھا  
 بری سرشت نہ بد لی جگہ بدلنے سے  
 بھونکے حال تو چھوہتے ہیں شکر تو بہتے دو  
 بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو یہی مانا

سینکڑوں تائیں ایسی خاطرِ ناشاد میں  
خدا کے پاس چلا سو خدا خدا کر کے  
وسعتِ حدِ نظر سے دُرِ لکینِ دل کے پاس  
کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی  
جوابِ دل ہیں وہ ہمیں لبرِ بنائیں گے  
نہ آئے تمہیں یاؤں کھنا سنبھل کر  
جن پہ تکیہ تھا وہی ہے ہوا دینے لگے  
کارِ جہادِ راز ہے اب مرا انتظار کر  
عقل ہے محوِ تماشا لبِ بامِ ابھی  
ہاتھ آستہ مرا پھر بھی دیا کر چھوڑا  
ہم نے اس شمع کو مجبورِ حیا دیکھا ہے  
جنہوں نے خود کمانی خود پرتی زندگی بھر کی  
عدو سے تکلف مل گئے یہ سادگی اچھی  
چمن میں آگے بھی کانٹا گلاب نہ سکا  
جس سے بچنے چنی دل کی ایسی تسلی رہنے دو  
خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

افسر علیٰ نسیم  
 سید درویش  
 جلیل مانگیر  
 " "  
 " "  
 آفتاب لباس  
 " "  
 اقبال لہوری  
 " "  
 حسرت موہانی  
 " "  
 وحید الدین سلیم  
 فیاض علی دہشت  
 آرزو بکنوی  
 " "  
 یاس کاغذ  
 " "

بس ایک سیہ دیوارِ یار کیا کم سے  
 بکھتی ہی نہیں اب کسی صورت سے مری پیا  
 بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر  
 بُری دولت دینا کامی نہ رہا ہوتا  
 بہت قریب کہیں سکر رہا ہے کوئی  
 بہت لطیف میں کیفیتیں محبت کی  
 برقِ ناحق چمن میں ہے بدنام  
 بخود ایسا کیا خود شبِ تنہائی تے  
 ہسکی ہسکی نگہ نازِ خدا حیر کرے  
 بہارِ آئی ہے بلبلِ دردِ دل کھتی پھوٹے  
 بہار میں سمٹ آئیں کھل جائیں کلیاں  
 جھلائی دل سے غمِ غربتِ ہر ایک نے ہر ایک صورت  
 لوتے خوں آتی ہے صحرائے تنہا سے مجھے  
 برق تھا اضطرابِ دل لیکن  
 بادہ شمی حرام ہے یا زندگی حرام  
 بے صحبتِ خسارِ اندھیرا ہی اندھیرا

اٹھائے سر سے سایہ آسمان اپنا  
شاد مرا مقصد ہی می تشنہ لبی ہے  
وہ زندگی جو کانٹوں دریا گذرے  
مگر دنیا یہ دینا ہے کی ہریاں کتبک  
رگ جنوں ہے رگ گل ہے یارِ گ جان ہے  
وہ بوا ہوئے جو کرنا جیب و دہن چاک  
آگ پھولوں نے خود لگائی ہے  
صبح شمع جلادی تر سودائی نے  
حسن میں عشق کے انداز خدا خیر کرے  
کہ تو میں بھی اپنا درد تم سے بیاں کروں  
جو ہو تم حین میں کبھی مسکرا دیں  
ہمارا اٹھیں لیکن اب تک فروغ صبح وطن ہے باقی  
کھیلنا ہو دل جمعی کا سکار آج کی رات  
آرزوں کا باغ حل نہ سکا عرش ملیاتی  
نقدیق کنز ما ہو غم روزگار سے  
گو جام وہی، وہی میخانہ وہی ہے محمد حمیدی الدین



بھولے تو نہ ہوں گے وہ تجلی کی حکایت  
 بہر حالت بتوں کو پوچھتے ہیں  
 بہت مشکل ہے دنیا کا ستورنا  
 باغ رشک، تنہا روئی پر و شوق  
 بس ایک موج تبسم بس کہ فریبِ نشاط  
 باغیاں ہوش کہیرم ہے مزاجِ گلشن  
 بحرِ ترے کوئی موضوعِ گفتگو ہی نہیں  
 بھٹک رہے ہفت نکوں میں کاوانِ خیال  
 بہارِ جب بھی چین میں دیئے جلاتی ہے  
 بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر

بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر  
 بدلتے ہیں شکستِ ظفر نیک ہاتھ میں

وہ تذکرہ داغِ جگر یاد تو ہوگا  
 بہر صورت بہار ابھی خدا ہے  
 تری زلفوں کا بیج و خم نہیں ہے  
 ہم سحر کوئی نہیں دوری منزلی کے سوا  
 خزاں نصیب بہار کی زندگی کیا  
 ہر کلی ہاتھ میں تلوار لے پھرتی ہے  
 عجیب حال ہے ترکِ تعلقات کے بعد  
 بس اب خدا کیلئے کاٹیں ستوار و بھی  
 ہجومِ گل سے مجھے تیری آنخ آتی ہے  
 جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا  
 ہزار ادبکھنوی

جو شامِ غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا  
 اکٹھی ہاتھ کٹ کر جا کر ہاتھ ایک ہاتھ میں

## پ

پگڑی اپنی سنبھالے گا سیر  
 پایا ہے مرے دل نے محبت کے صلہ میں  
 پیپتا بوتا بوتا حال ہمارا جائے ہے  
 پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں  
 پھول تو دودن بہار جانفزا دکھلا  
 پاس میں کفر میں رہا ملحوظ  
 پکڑے جا ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق  
 پناہ تھا دام سخت فریب آشیانے کے  
 پلا دے اوکے ساتی جو منہ سے نفرت ہے  
 پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انسان  
 پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش عقل  
 پہنچی پہا بھی شیخ ویرمن کی گفتگو  
 پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام  
 پیر ابن خوشی وضع سے آتی ہے لپٹ سی

اور بستی نہیں یہ ولی ہے  
 زخموں سے مہکتا ہوا گلزارِ تمنا  
 جانے جا گل ہی جا باغ تو سدا جائے  
 اس شوقی میں عزتِ سات بھی گئی  
 حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے  
 بت کو پوچھا خدا خدا کر کے  
 آدمی کوئی ہمارا دم تھریر بھی تھا  
 اٹنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے  
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے  
 نسخ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے  
 عشق گر مصلحت اندیش ہو تو خام بھی ہے  
 اب میکہ بھی سیر کے قابل نہیں رہا  
 اب کوئی بارِ خاطر محفل نہیں رہا  
 لبوس سے خوشبو سے بدگھمیل رہی ہے  
 فراق گور کھری رہی

میر

"

"

"

ذوق

سید محمد خاں لکھنوی

غائب

"

"

اکبر الہ آبادی

اقبال لاہوری

اقبال احمد سہیل

ایں نگاہِ خلگہ کا

فراق گور کھری

بائے صنم اور جبینِ حرم نواز  
 تو چھنے والے بھری ازم میں قاتل کو نہ پوچھ  
 پھر بلا بھیجا ہے بھولوں کے گستاخوں سے  
 پھر مردگی لگا پہنسی جب کوئی کلا  
 پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید  
 پھر نکلا دیوانہ کوئی پھونکے گھر کو  
 پی لیا کرتے ہیں جینے کا تمنا میں کبھی  
 پھر وہی اختر شماری کا نظام  
 پھیلے ہوئے شیعوں سے دل کتنے بنا ہیں  
 پستی زمین سے ہے رفعتِ فلک سے قائم  
 پھیلا فضا میں نغمہ زنجیرِ مرجب  
 پھر لیٹ کر نگاہ نہ آئی

## ت

جن شاعروں کے نام کے نیچے لکیر لگائی گئی ہے ان کے وہ اشعار  
اور بھی زیادہ اچھے ہیں ویسے یہ تمام اشعار خود منتخب ہیں۔

خواجہ میر درد	جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے	تہمتیں چننا اپنے فے دھڑ چلے
میر	بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر	تناسب پر اعضا کی اتنا تختہ
انشاء	گردن پہری اس بتِ مخمور کی گردن	تب عالم سستی کا مزہ ہے کہ پُری ہو
ظفر	ہم نے تمہارا دین سب کچھ بھلا دیا	تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
غالب	اس میں کچھ شائبہ خوبی نقدیر بھی تھا	تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا ٹکڑہ
غالب	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا	تم مرے پاس ہوتے ہو گو یا
امیر تقی	اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر	ترپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے
غالب	ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے	تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
غالب	دو قدم کو چہ رسوائی ہے	تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں
۔	سو سوالوں سے یہ ایک سوال اچھا	تجھ سے مانگوں میں تمہی کو کہ کبھی کبھی مل جائے
حالی	برقع ہے اور ذوقِ گندہ یا ستر کے بعد	تو زہرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محبت

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں  
 توبہ سے بہاری بوتل اچھی  
 تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے  
 تم آؤ مرگنا دیئے آؤ مرگنا کا  
 تو راہرو پے شوق کا منزل نہ کر قبول  
 تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں  
 تیرے آزاد بندو کی نہ یہ دنیا نہ دُنیا  
 تحلیل ہو رہی ہے مری نور ہر نفس  
 تاجِ نشین کھیل سہی صیاد مگر اتنا سُل  
 تیرے جلوں کے آگے ہمت شرح و بیار کھدی  
 تو وہ قاتل ہے کہ ہر وار تر ارحمت ہے  
 تمہیں بھی خبر ہے جو تم کہہ گئے ہو  
 تجا بلِ تغافل، تبسم، تکلم  
 تم ہی نہیں ہو کچھ اے زرد پتیو برباد  
 ترا دھال بڑی چیرے لگے دست  
 تو نہ چاہئے تو تجھے پاک بھی ناکام رہیں

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں  
 جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے  
 کسے دیکھوں نگاہِ واپس سے  
 نظر میں اب عدم کو بھی ہے اور یو بھی  
 لیلیٰ بھی سنہنش ہو تو محل نہ کر قبول  
 مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں  
 یہاں مرنے کی پابندی پابندی کی پابندی  
 تعمیر کائنات میں کام آ رہا ہوں میں  
 جب عشق کی دنیا لٹی ہے جس کا نام ہوتا ہے  
 زبان بے نگہ رکھ دیکھا ہے زباں کھدی  
 میں زخمی ہو کہ ہر زخم ہے اک تازہ علاج  
 خود اپنی اداؤں سے سحر ہو کر  
 یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر  
 فریب خوردہ رنگ بہار ہم بھی ہیں  
 وصال کو مری دنیا آؤ نہ بنا  
 تو چو چاہے تو غم بھر بھی آساں ہو جا

شادِ عظیم آبادی  
 ریاضِ حیر آبادی  
 سراجِ لہذاں سال  
 اقبال

سیما بک آبادی  
 اقبال احمد سہیل  
 اصغر گوندوی

جگر مراد آبادی  
 خوش ملیح آبادی  
 فراق گورکھپوری

کے کرم کے معاملہ کو تم سے کرم ہی یہ چھوڑنا ہو  
 تری برق تلخی کے چلن ہم سے کوئی پوچھے  
 تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جاؤ  
 تیرے بغیر تلخی کام و دہن حرام  
 تری طفر سے یاد توں فریب و قاف  
 تم توہیں کو کہتے تھے تم کو یہ کیا ہوا  
 تشنگانِ ذوق! اس صحرائے مہربانی الگ  
 تیرے نعروں سے لگ لگ ہیں تر تم پیدا  
 تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں  
 تم افسانہ قیس کیا پوچھتے ہو  
 تخلیقِ کائنات کے دلچسپ جرم پر  
 تم جفا پر بھی تو نہیں قائم  
 تری نظر گدلوں کے چراغ جل اٹھے  
 یوں کی خبر کہا جو ہو پردہ درہ نظر کہاں  
 تمہیں رہا سر جھنپا پڑ گیا ہے  
 تکیں دل غروں پہی رہی ستمی آفرام بھی گئے

ی مروتاں رکھ کر دے مری فنا کا حساب کر دے  
 چمکتی ہے تمہیں لیکن کہیں معلوم ہوتی ہے  
 درنہ ہے شکل مری آساں ہو جائے  
 دردِ جگر ہے لذتِ دردِ جگر نہیں  
 دل حزین مگر اب بدگمان ہے مجھ سے  
 دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جا  
 پاؤں روتو الٹا ہے سمندر سامنے  
 عشرتِ روح ہے ظالم تری آواز نہیں  
 یہ شرمیلی نظر کبھی تو کچھ گستاخیاں کر لوں  
 ادھر آؤ ہم تم کو یسلی بنادیں  
 ہنسا تو ہو گا آپ ہی نیراں کبھی کبھی  
 ہم دفاتر عمر کبیر کریں کیونکر  
 انہیں چراغوں سے دنیا نے روشنی پائی  
 ہیں ہزارا نظر کلتا نہیں ایک محرمِ رنگ و بو  
 ہماری بیکسی کی انتہا ہے  
 اس ستمی کرم کو کیا کہئے بھلا بھی ترپا بھی گئے  
 حجاز

حقیقۃً جالندھری  
 شاعرِ خیر آبادی  
 شاہِ سید اُردنی  
 ڈاکٹر محمد بن ماسٹر  
 غنڈیہ شادانی

عبدالمجید عظیم آبادی

واقف بریلوی

شاد غازی

تری لفلوں کو کیا سلجھاؤں اے دوست	مری اہلوں میں بیچ و خم نہیں ہیں	میکس اگر آ رہا
لنگ و تازہ پیہم ہے میراثِ آدم	مے منظر کچھ جہاں اور بھی ہیں	ساحر حیدر
تسلیم ہے سعادتِ ہوش و خرد مگر	جنے کے واسطے دلِ نادان بھی چاہئے	”
تیری منزل پہ پہنچا کوئی آسان نہ تھا	سر عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے	حقیقہ شہزاد
تجربہ ہے کہ دشمنی اکثر	دوستی کے لہو سے پلتی ہے	احسان
تمام وسعتِ کونین کو ڈبو دیں گے	چھلکے جو کہیں اس نظر کے پیمانے	اقبال
تیرے قریب سے گزرا ہوا اس طرح کہ مجھے	خبر بھی ہو نہ کی میں کہاں گزرا ہوں	جگن ناتھ آزاد
تو نے وہ سوز دیا ہے کہ الہی تو بہ	زندگی آگ کے شعلے میں بس رہی ہے	نثار اناوی
ترا کا سیرِ عالم ہے نہ کہ گلستاں میں ہے ٹھہرنا	یہ کلی کلی کے قریب میں کہاں ہے بادِ سحر پری	نثار واحدی
تمہاری رخی نے لاج رکھ لی بادۂ خانہ کی	تم آنکھوں پر لادیتے تو میخانے کہا جاتے	قتیل شہنائی
تصویر بنا ہوں تصویر نہیں بنتی	اک خواب دیکھا ہے تعبیر نہیں بنتی	خدا بادہ بکوی
تایخ کائنات عبارتِ جنوں ہے	عنوانِ عقل و ہوش، دیوانگی کی بات	پیام فتحپوری
تیری دنیا کیلئے ہوش و خرد ہیں درکار	ہم مگر ہوش و خرد ہی غفار ہستے ہیں	شیو پراجا وید
تمہیں پتا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے	کہ کچھ حسِ خواہشوں کے کرجی لیا میں نے	ساحر حیدر
نصرتِ عصمتِ کونین اس مخدوبِ الفت پر	جو ان کا غم چھپاؤ اور خود بدنام ہو جاؤ	صنوبر خاشتری
تری نگاہ سے آخر عطا ہوئی دل کو	وہ اک خلش کے غم دو جہاں سے ملتی ہے	سیف الدین سیف

تیری زلفوں کو چھیرتی تھی صبا  
 تیری قرآن کی باتیں کسمپرسی بھولیں گی  
 ترک الفت کو زمانہ ہوا لیکن اے دوست  
 تنہیزِ خار و گلُ دستورِ گلچیں  
 خود پریشان ہو گئی ہو گئی  
 منے نے انہیں راتوں میں عمر بھر کے مجھے  
 دل میں یادوں کے چراغ اب بھی جلا کرے ہیں  
 نگاہِ باغیاں میں خار بھی ہے  
 تو قلب میں آتا ہے کسمپرسی نہیں آتا  
 میں جا گیا اب تیری پہچان یہ ہے



ط

کھانی تھی جی میں اب نہ ملیں کسی سے ہم | پر کہا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم  
 لوٹے ہو خواہوں نے ہم کو یہ کھایا ہے | دل نے جسے پایا تھا آنکھوں نے گنوا یا ہے  
 ٹیکے جو اشک و لوٹے نہ آداب ہو گئے | کتنے عجیب عشق کے آداب ہو گئے  
 مومن شکیندر طا مشہدی

## ج

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں  
 جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق  
 جوش جنوں کے ماتھے سے فصل بہار میں  
 جگر کی آگ بجھے جس سے جلد دہشتے لا  
 جز غم و درد و ریاں و رنج و تعب  
 جانا ہے سوئے وادی غربت حال زار  
 جنوں پسند مجھے چھاؤں، ببولوں کی  
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیا کو ملیں گے  
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی صفت رات  
 جو چپ ہو تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے  
 جی چاہتا ہے صفت صانع یہ ہوں نشا  
 جذبہ عشق سلا ہے تو انشاء اللہ  
 جان دینے کے سوا اور کبھی تدبیر کروں  
 جہاں تک ہو سبر کی زندگی غالی خیالوں میں

زندگانی کا کیا بھروسہ ہے  
 نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم  
 گل سے بھی ہو سکی نہ گریبا کی احتیاط  
 لگا کے برف میں ساقی صراحی سے لا  
 ہم نے دنیا میں آکے کیا پایا  
 اہل وطن معاف ہو میرا کہا سنا  
 عجب بہار آن زرد زرد پھولوں کی  
 کیا خوب قیا کا ہے گویا کوئی دن اور  
 بیٹھے ہیں تصور جہان کے ہوئے  
 نغاں کروں تو گریبا دیا دیتا ہے  
 بت کو بٹھا کے سنا یاد خدا کروں  
 کچھ دھامیں چلے آئینے سرکار بندھے  
 ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سوا کہتے ہیں  
 بنا دیتا ہے کمال بیٹھا صفا کمالوں میں

سراج الدین آزاد

نجم الدین آبرو

خواجہ میر درد

انت

ظفر

نواب علی خان

ناسخ

غالب

ت

پند دیا کریم

امانت بکھنوی

داع

میر محمد حلاج

شاہ عظیم آبادی

جام مٹے تو شکن تو بہ مری جام شکن	سامنے ڈھیر میں ٹوٹے ہوئے سیمانوں کے	رہیں تیرا باد
جی اٹھے شتر میں پھر جی گئے گزرنے والے	یاں بھی پیدا ہوئے پھر آپ پہ مردالے	” ”
جس دن سے حرام ہو گئی ہے	سے خلد مقام ہو گئی ہے	” ”
جب میں چلوں تو سایہ کبھی اپنا نہ ساتھ	جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے	جلیل مانگیوری
جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا	ترادل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملیگا مازیا	اقبال
جس کھیت سے دہقا کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت پر خوشہ گندم کو جلا دو	” ”
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں	نیز کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں جاتا	” ”
جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر انداز شہنشاہی	” ”
جہاں ہلایاں رت خوشید جیتے ہیں	ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے	” ”
جنت میں خاک بادہ پرتوں کا جی لگے	نقشے نظر میں صحبت پیرنیاں کے ہیں	حکیمت
جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا	بیچانے لگا پوئہ تمہاری نظر کو میں	صغر گوٹوی
جوشِ شباب نشہ صبا، ہجومِ شوق	تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصل بہار کو	” ”
جو سر پہ تاج سکندر بھی ہو تو دنیا میں	بشر کو چاہے ہرگز نہ سراٹھا کے چلے	تلکوک چند محروم
جھوٹی ہے ہر ایک مسرت	روح اگر تسکین نہ پائے	جگر مراد آبادی
جاسی شے کی مجھے عشق میں کچھ قدر نہیں	زندگی جیسے کہیں میں بڑی پائی ہے	سراج لکھنوی
جس پر دگی نیچے نگاہیں باتیں نرمی	مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظ قاتل	جوش ملیح آبادی

جناب شیخ وضو کے لئے سہی لیکن  
 جگر میں نہیں لب ہنستے یہ جبور  
 جو لوگ جان بوجھ کے نادان گئے  
 جنت میں نہ مئے ہے نہ محبت نہ جوانی  
 جب فریبِ نیت میں آنے لگا ہوں  
 جو بولہوں تھے ہٹ گئے سہم گئے سمٹ گئے  
 جلا کر اک چراغ ترک دنیا تو نے اے زاہد  
 جس کو کہتے ہیں محبت جو کہتے ہیں خلوص  
 جہشتِ نازاں تو بھی ساحل کی تنہا کسوٹی تھی  
 جو آگ لگائی تھی تم نے اسکو تو بجھایا اسکو  
 جنہیں خبر نہیں طوفاں کی زندگی کیا ہے  
 جگہ جگہ یہ تھکا صبح کو یہ کو دلیہ  
 جب کوئی فتنہ ایام نہیں ہوتا ہے  
 جب جوانی کی دھوپ ڈھلتی ہے  
 جن کی دوری میں یہ لڑے کہ بے نیاز دل  
 جو زندگی کیلئے زہر بھی ہمارت بھی

کسی بہانے لب جو نکل ہی آتے ہیں  
 کچھ ایسی ہی ہماری زندگی ہے  
 میرا خیال ہے کہ والنسا بن گئے  
 کس چیز یہ انساناں بسر اوقات کرینگے  
 خود اپنی مشکلوں کو بڑھا لگا ہوں میں  
 جو دھکے غش کو چیا کہتے آئے ہیں  
 فروغِ زندگی کو آہ کتنا مختصر جانا  
 جھوٹوں میں ہو تو پوچھتے مکانات میں نہیں  
 ایسی شکستہ کشتی پر ساحل کی تنہا کون  
 جو اکوں نے بھر کاٹی ہے اس کو ٹھنڈا کون  
 انہیں ہمارا ملاطم سے آگہی کیا ہے آل احمد رود  
 انہیں پسند انہیں ناپسند کیا کرتے فیض احمد فیض  
 زندگی کا بڑی مشکل سے یقیں ہوتا ہے حبیب احمد صدیقی  
 خود سری سر جہانکا کے چلتی ہے احسان دانش  
 آگے وہ جو کہیں پاس تو پھر کیا ہو گا شاعر کجھڑی  
 بڑے ریاض سے تلخی حیات ملی اعتقاد حسین احتشام

جاگی جاگی ہوئی بلکین یہ آغوشِ جمال  
جو عدد و درج میں کیسے کیا اُسے اتفاقِ سحر  
جب تذکرہ شعلہ رُخاں ہوتا ہے  
جل کے آئیناں اپنا خاک ہو چکا کرب کا  
جیو تو ایسے جیو جیسے سب تمہارا ہے  
جلتا تو ہوں میں مایں لیکن غمِ دوراں

دل کو آرام زیادہ تھا تو کم نیند آئی  
میں ہی مسافرِ شاہ ہوئے رستہ میں سحر  
دامنِ دل پہ سلگنے کا گماں ہوتا ہے  
آج نکتہ عالم ہے روشنی دُرتے ہیں  
مرو تو ایسے کہ جیسے تمہارا کچھ بھی نہیں  
ڈرتا ہوں آجائے ترا ذکر وہاں بھی  
شورِ واحدی  
خوار بارہ بنگوی  
ساحرِ لہ صیلاؤ  
وجید اختر

# چ

چھڑ مت باد بہاری کہ میں چونکت گل  
چلتے ہو تو جن کو چلے سنتے ہیں کہ بیمار  
چشم بد دور عجب خوش قد و قامت ہو گا  
چمن کے دور رہا اس قدر نفس میرا  
چاکِ نفس سے دیکھ رہا ہوں رخِ چمن  
چند تصویرِ تباں چند حسینوں کے خطوط  
چھوڑ دوں گا میں نہ اس بیتِ کافر کا پوجنا  
چمکِ گلشن کی برقِ بے اماں معلوم ہوتی ہے  
چمن آسکا کہا دل کو خدا ہی جانے  
چٹکی جو کئی کوئل کوئی الفت کہانی ختم ہو جا  
چمک نہ اچھی گیتی کے درو کی نہیں دیکھی  
چراغِ داغ کے دن سے جلا بیٹھا ہوں  
چاند ستاروں کیا پوچھوں دن میرے چہرے  
چھپا ہوں غمِ عشق اپنی رگ رگ میں

پھار کے کپڑے اچھی گھر سے نکل جاؤں گا  
پا پرے میں پھول کھیل میں کم آباد و باران  
ابھی قند ہے کوئی دن میں قیامت ہو گا  
کہ سوچی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو  
صیاد سے نہیں ہوس بال و پر مجھے  
بود مرنے کے مرے گھر سے یہ سماں نکلا  
چھوڑ نہ خلیں گو مجھے کافر کہے بنیر  
نفس میں رہے قدر آسماں معلوم ہوتی ہے  
دشت سے کبھی ہی دشت سے جوتھی گھر سے مجھے  
کیا کس کہا کیا کس سنا یہ یا زمانہ کیا جانے  
ستار مسکراتے کیوں ہیں یہ آسمان ہو کر  
سنا ہے جو شبِ فرقت سیاہ ہوتی ہے  
وہ تو پکار خود میں بھلا کر دیر دیر پھر ہیں  
یہ چاک ہے مرنے میں اس کا آئینہ تک ہے  
نشر کا پوری

چٹک ہی ہے کسی یاد کی کلاں میں  
 چپ ہو گئے یوں اسیر جیسے  
 چن پہ غارت گلیں سے جانے کیا گزری  
 چھلکتے نہ دیکھی جو سا غریب صہبا  
 چن کو روند گئے قافلے بہاروں کے  
 چاہے تن میں سب جل جائے  
 چاہا تھا ٹھوکروں میں گذر جائے زندگی  
 چن لٹا ہے خود اہل چن کی سازش سے  
 چراغ طور جلادیر اندھیرا ہے  
 چن میں کھل گئیں زر گس کی آنکھیں

نظریں نقص بہاراں کے صبح و شام لے  
 جھگڑے تھے تمام بال و پر کے  
 نفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے  
 سنا آج ساقی کو ہم یاد آئے  
 گلوں کا ذکر ہی کیا خارجی نہیں باقی  
 سوزِ دروں پر آنچ نہ آئے  
 لوگوں نے نگاہ سمجھ کر ہٹا دیا  
 کلی کلی ہے مگر محو خواب سی پھر بھی  
 ذرا نقاب ہٹاؤ بُرا اندھیرا ہے  
 بیانِ خواب میں جھنکار بھی ہے  
 مخدوم محی الدین  
 فضل بانی صدیقی  
 فیض احمد فیض  
 ہزار لکھنوی  
 قتیل شفائی  
 حفیظ میرٹھی  
 سالک لکھنوی  
 احسن کلیم  
 ساغر صدیقی  
 ضیاء الدین





خ

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو  
 خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھائے  
 خوابِ عدم چونکہ تھے ہم تیرے واسطے  
 حالِ لبِ آفتِ جا تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہیں  
 خم کے خم تو لٹھکائیوں ساتی  
 خدا سر و سودا دتری زلفِ پریشان کا  
 خوشی سے اپنی رسوائی گوارا نہیں سکتا  
 خاروں سے پوچھے نہ کسی گل سے پوچھے  
 خوشامدل بیتاب اس تصویر کی کتبک  
 خوشنوائی نے کیا ہم کو اسیرِ صیاد  
 خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے  
 خرد کا نام جنوں پر لگیا جنوں کا خرد  
 خود عشق کی گستاخی سب تھک سکھا سگی

یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے  
 جو کچھ دوست سے اپنے ہم دیکھتے ہیں  
 آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے  
 دامِ دانے میں نہا تھا مجھے معلوم نہ تھا  
 آنکھوں میں چاہے جیسے مار رکھے ہیں  
 اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم  
 جو آنکھیں مورتی نظر ہو ایسے شہنشاں کا  
 گریبا بھارتا، تنگ جب دیوانہ ہوتا ہے  
 صد چہن کے لئے کا بلبل سے پوچھے  
 یہ بولا چاہتی امیر نہ بولی نہ بولے گی  
 ہم سے اچھے رہے صد میں اتنے دے  
 خدا بندے خود پوچھے تا تیری خاک کیا ہے  
 جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کرے  
 اے حسنِ حیا پروردگارِ ششویں شہرِ شریعت  
 شمس الدین  
 جانجانا منظم  
 رفیع سودا  
 خواجہ میر درد  
 بقاء اللہ بقا  
 محمد ان نثار  
 انشا  
 آتش  
 انیس  
 امیر مینائی  
 داغ  
 اقبال  
 حسرت مولانی

خیاں تک کیا اہل انجمن نے کبھی	تمام رات جلی شمع انجمن کے لئے	رضا علی دشت
خود بھی جی اور مجھے بھی جینے دے	جیسے آباد گل سے پہلوئے خار	یاس نگا چلیز
خاک پروانہ کی براد نہ کرباد صبا	یہی ممکن ہے کہ کل تک مرا افسانہ ہے	اسرگودہ وی
خوشادہ دور کہ جب مرکز نگاہ تھے ہم	پُر احوال وقت تو اب کوئی شناس نہیں	سراج لکھنوی
خاطر جمع سے ہٹا کر کہ ہم ہوئے زلف	کشتی دل سے خبردار کہ طوقا آیا	جوش ملیح آباد
خود اپنا ذوقِ اسیری، پاؤں کی زنجیر	حضور آپ کی زلفوں کے خم کی بات نہیں	”
خوش بھی ہو لیتے ہیں تیرے بیقرار	نغم ہی نغم ہو عشق میں ایسا نہیں	فران گو کھپوری
خلافِ تقدیر کر رہا ہوں پھر ایک تقصیر کر رہا ہوں	پھر ایک تدبیر کر رہا ہوں خدا اگر کامیاب کر دے	حفیظ جالندہری
خندہ بر لب ہے جنوں لرزہ بر اندام خود	زلف بردوش کوئی برسِ ربام آتا ہے	انور صابری
خراماں خراماں معطر معطر	نسیم آرہی ہے کہ وہ آہے ہے	ساغر نظامی
خلشِ عشق سے چین دل اک طرف	اس پہ بارِ غم ہستی بھی اٹھانا ہے	طہر تاباں
خالی ہے ابھی جام میں کچھ سوچ رہا ہوں	اے گردشِ ایام میں کچھ سوچ رہا ہوں	عبد الحمید عدم
خدا وہ دن نہ دکھا کہ راہِ بریہ کبھی	چلے تھے جانے کہا سے کہا نکل آئے	حفیظ بہار پوری
خوشی دھال کی اب ہے نہ رنجِ تنہائی	کیسے مقام پہ حج کو حیات لے آئی	پیام فقیر
خرال کی گود میں پانی ہے پرورش میں	وہ گل ہوں کی بہاروں کے رسمِ راہ نہیں	محمد حنفیہ لکھنوی
خواب دیکھا کہ آب میرے ہیں	آپ تعبیر خواب کیا دیں گے	ذکی کا کوروی
خاروں پوچھے کہ گاہِ دل چھوئے	اصد جن کے لئے کا بلبل سے پوچھے	ایس

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن  
 دوزخ مجھے قبول ہے لے شکر و نیک  
 دامنِ داغ تیغِ جود صویا تو کیا ہوا  
 دل کے ٹکڑوں کو نعلِ پیچ لے پھرتا ہوں  
 دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں  
 دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے  
 دل نے ہم کو مثالِ آئینہ  
 دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں  
 دیکھنا زلف و رخِ تہیں ہر وقت  
 دل کہیں دیدہ نہیں جی کہیں جان کہیں  
 دور میں اس کی مت آنکھوں کے  
 و خیرِ رز سے رات صحبت تھی  
 دوستوں سے قدرِ صدمہ اٹھا جان بے  
 دریا صحنِ احد بھی دو ہاتھ بڑھ گیا

جب خیال صنم چسراغ ہوا  
 لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا  
 عالم کے دل سے داغ مسایا نہ جائیگا  
 کچھ علاج ان کا بھی اے شیشہ گران ہے کہ نہیں  
 کہیں فنجہ کوئی کھلا ہو گا خواجہ میر درد  
 یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا میر  
 ایک عالم کا روشناس کیا  
 کم رہا موسمِ شباب بہت  
 شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو  
 گردشِ چرخ میں ہر ایک ہے آواہ سا محمد انشا  
 عجب بھی شرابِ خوار ہوا غلام علی راسخ  
 شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا یاسن  
 دل دشمن کی عدو کا گلجا تارا آتش  
 ہلڑائی اس نشہ میں جب اٹھا کے ہاتھ ناسخ

دلِ آواز گلابی

سودا

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

”

دیوانوں کے کہہ دے کہ چلی یاد بہاری	کیا اب کی برس چاک گے یہاں نہ کینگے	رند لکھنوی
وگھایا کچھ نفس مجھ کو آب و دانہ نے	وگر نہ دام کہا میں کہاں کہاں چھایا	.. ..
دے مجھ کو شکایت کی اجازت ستمگر	کچھ مجھ کو مزاجی مے آزار میں آئے	غالب
دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا	حکیم تھارا اللہ خاں
دست جنوں کے جائے صد کہ چین سے	پھیلا پاؤں ہم نے گریباں چاک میں	فراق مومن
دیکھتے کرتی ہے سرو آستانہ کیا کیا	مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری	داغ
درو دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں	خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	داغ علی شاہ اختر
دیکھا کئے وہ مست نکاہوں بار بار	جب تک شراب آئے کی دور ہو گئے	علی محمد دین علی
دل راجس پہلے کوئی ایسا نہ ملا	بیت بد ملے اللہ کا بندہ نہ ملا	اکبر الہ آبادی
درد سے آشنا نہ ہو جب تک	آدمی کام کا نہیں ہوتا	حیدر الدین احمد بنجو
دل چنے کی ادا خاص ہو ا کرتی ہے	دیکھ لیتے ہیں ہر ذریعہ نظر سے پہلے	جلیل ملکپوری
دل اس طرح ہوا محبت میں جل گیا	بھری گھنٹیں آگ نہ اٹھا دھواں کہیں	علی حیدر علی
دل خوش ہوا جو آپ ہو مالِ ستم	یعنی میں التفات کے قابل تو ہو گیا	حسرت موہانی
دل کچھ اس ڈھب سے لیا اس کہ کوئی	حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا	.. ..
دیکھتے شوقِ شہادت میں جھکی ہے گردن	آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں	.. ..
دو دن کی زندگی میں قویٰ نے دیا جواب	انہوں کام کے نہ ملے ہم سفر مجھے	علی نقی صوفی لکھنوی

دل میں نساں اگر ہو تو کھلتی ہے  
 دل ہر ادا درد تھا وہ ابتدا عشق تھی  
 دنیا ہے خوابِ حاصل دنیا خیال ہے  
 دوستی کیا نبھائیں گے جن سے  
 دل پر یاد کی خاک آج بھی دوش صبا پر ہے  
 دو تہ بند ہواؤں پر بنیاد، طوفا کی  
 دوست نے دل کو نور کے نقش و فاساد  
 دور حیاتے کا قاتل قضا کے بعد  
 دردِ رخصتا سجدہ شام و سحر میں لے  
 داستانِ اُکلی داؤں کی بے رنگیں لیکن  
 دوزخ بھی ایک جلوہ فردوسِ حسن ہے  
 دکھائی کیوں نہ شعلہ رخسار کی جھلک  
 دامِ بردوش پھریں جا، وہ گیسو بردوش  
 دیا، درد تو رنگ قبول دے ایسا  
 دہریا آجوا جب ٹھہری اسیری ناگزیر  
 دل ہی قاتل بھی تھا مقتول بھی تھا قاتل بھی

یہی جھلکی سی جو پوشیدہ پروانے میں  
 انتہا یہ ہے کہ فانی درد اب دل ہو گیا  
 انسان خواب بکھڑے خیال میں  
 دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا  
 کھٹکتا ہے مانتہ کی نظر میں غبارِ انکس  
 یاتم نہ جس تپے ہو یا میں نہ جواں ہوتا  
 سمجھتے تھے ہم جھیل کو یہ سی ڈھادی  
 ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد  
 دردِ دل ٹھہر دو آدرد سر میرے لئے  
 اس میں کچھ خون تھا بھی تھا مل میرا  
 جو اس بے خبر میں ہی ہیں عذاب میں  
 گرتے کو میرے دل کا جلدنا ضرور تھا  
 صید بن بن کے میں نے انہیں صیاد کیا  
 جواں شک آنکھ سے ملے وہ داستان ہو جا  
 دل اسیر حلقہ رنگ سے پیچا کیوں نہ ہو  
 مٹ گئے ہم تو فنا اور بقا کے پہلے  
 جہادِ حسین  
 جوشِ ملیح آبادی  
 فراق گور کھپوری

دل ہی ہے تو آخر بھرا تم جن جبین ہو ہوتے	ہم کو بھلا کچھ کہتے ہیں تقدیر کا اپنی رونما	آلِ ماضی
دل کیسے بتاں میں الجھ کر نہ گر پڑے	اٹھا تو ہے خدا کا سپہا را لے ہوئے	حفیظ جالندیزی
دیکھا جو تیر کھائے کھیں گاہ کی طرف	اپنے ہی دوستوں کی قطاریں نظر پڑیں	”
دوستی اب گلے کا بار نہیں	تا رٹوٹا بکھر گئے دانے	”
دینے والے تجھے دینا، تو اتنا دیدے	کہ مجھے شکوہ کو تا ہی داماں ہو جا	شاہ ہمدانی
دامن و جیب گریباں کا نہیں کوئی ملال	غم یہ ہے دستِ جنوں کل کیلے کام نہیں	جفری ملکپوری
دست و تری تفریح کا ساما ہے ابھی	کہ گریباں کا مر نام گریباں ہے ابھی	”
داورِ شمرانہ اعمال نہ دیکھ	اس میں کچھ پرہیزشوں کے بھی نام آتے ہیں	ڈاکٹر محمد نیا
دل آنکھوں گہمی آنکھوں نے دل کے گہدی	بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہا تک پہنچے	”
دل کہ ہے سرمایہ دار عزت ناموسِ حسن	یہ ہی مرکزِ مہی ہے دائرہ میرے لئے	سید الدین کاکور
دیکھنا یہ ہے کہ اندازِ سحر کیا ہوں گے	یوں تو اربابِ جنوں ات گزر جاگی	عابد علی عابد
دل ہے بڑی خوشی سے اسے پامال کر	لیکن تے نہ زردا دیکھ بھال کر	عبد الحمید عدم
دل کوخوں کر لے کہ ہو نورِ بصیرت پیدا	ورنہ ایسی تو کچھ آساں نہیں حسا نظری	فضا بن فیضی
دو اکرد دعا کے سوا کچھ اور نہیں	دعا کمالِ رضا کے سوا کچھ اور نہیں	شاہ عزیز زبیری
دلِ حزیں کو تلاشِ خلوص ہے سود	کہ اس یار میں شاید یہ رسم بھی نہ رہی	”
دامنِ بچار ہر محبت کی آگ سے	زادہ نور کشمشِ خیر و شر میں ہے	”

دل نہ ٹھک رہا تھا خود اپنی ہی ہر آہ پر	اب قدم منزل جاناں بہت دور نہیں
داستان شبِ غم قصہ طو لانی ہے	مختصر یہ ہے کہ تو نے مجھے برباد کیا
دل کا کنول مجھے ہوتے ہوئے گزر گئی	اب یہ چراغ لائق محفل نہیں رہا
دولتِ دردمنی دیدہ بیدار ملا	لوگ کہتے ہیں غم عشق میں کیا رکھا ہے
دونوں جہا تیری محبت میں ہمارے	وہ جا رہا ہے کوئی شبنم گرا کے
دنیا کی بہاروں اکھٹیں ہوں پھیر لیں جاؤں	جیسے فی لمیہ قصہ کو پڑھتے پڑھتا جاؤں
دہن جھٹک کے وہ نوالے کھو گئے مگر	مجھ کو تمام عمر سنبھلنا محال ہے
دنیا ہمیں فریب پہ دیتی رہی فریب	ہم دیکھتے رہے نگہ اعتبار سے
دل جا بہ لب جگر میں تپک جا بقبر	ہم تیرا نام لیکے گنہگار ہو گئے
دل میں کٹے فاقہ تین بے پاس ضیاع	بار بار اٹھے ہو آنسو بھی پالینا پڑے
دوسروں کو فریب دے دے کر	ہم نے خود بھی فریب کھائے ہیں
دوستوں کے گلے سنبھل کے ملو	سانپ نکلے ہیں آسینوں سے

ہر الراتی مجاز  
ملین حسن جدی  
سزا جعفری  
آل احمد رور  
فیض احمد فیض  
نثار واحدی  
حماد یارہ منکوی  
نکھیل ضو منہوی  
حسن بیلوی  
جعفر حیات لکھنوی  
ذکی کاگورو

دورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں | شاید چڑھا ہے خون بے گناہ کا | سراج اورنگ آباد  
 ڈھونڈا ہے ہو لوگوں میں فاقہ موتی | یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں | احمد فراز



ذ

ذکرِ عشق کے جہتے ہیں کہ نصف البیش  
 ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے سودا  
 ذرّہ ذرّہ سے تجلی آشکا صاحبِ جلوہ مگر روپوش ہے دلگیر  
 ذکر اس پریوش کا اور پھر بیاں اپنا بن گیا قیب آخر تھا جواز دل اپنا غالب  
 ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا بات پہنچی تری جوانی تک فانی بدایونی  
 ذرا دیکھو یہ سرکش ذرّہ خاک فلک کا چاند بننا جا رہا ہے سر آج لکھنوی  
 ذرا آہستہ چل کا روانِ کیف وستی کو کہ سطحِ ذہن اسناخت ناموار سے ساتی خوش ملیج آبادی  
 ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ لے دو تیسے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی فراق گورکھ پوری  
 ذکر سنتے ہیں نوجوانی کا کچھ خیالوں کی یاد آتی ہے اسکندر علی و جد

<p>             رگوں میں دوڑنے پھرنے ہم نہیں مائل              چو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے              رک رک کے دیکھتے ہیں اپنا خرام ناز              پھر پھر دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو              رنگت، نزاکت، لطافت، مگر حیف              اک لہوئے وفا یہ گل رُغنا نہیں کھتے              رنج سے گر ہو انسانا تو مٹ جاتا رنج              مشکلیں اتنی ہیں مجھ پر کہ آسا ہو گئیں              دھوئے دھبے جا نہ احرام کے              رات بی زمرم یہ سے اور صدم              میخ روشن کے آگے شمع کھکروہ یہ کہتے ہیں              رال شیکے گی شیخ صاحب کی              یقیوں نے پٹ لکھوائی ہے جا کر یہ کھائیں              رندوں میں تو ہے لطف سے دسائی و مظر              روزِ حنا جب مرا پیش ہو دفترِ عمل              رفتارِ قیا تو نہی کیا کم تھی پھر اس پر              رعنائی خیال کو بھڑا دیا گناہ              راضی یہ ضام ہیں بہر حال مگر ماں              رنج غم درد الم یاس، تمنا، حسرت              رات کم ہے نہ چھیر، سحر کی بات              دھوئے دھبے جا نہ احرام کے              ادھر جانا دیکھیں یا ادھر پرانہ آتا ہے              نہ دکھاؤ شراب کی صورت              کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں              واعظیہ بنا تو تری صحبت میں کبھی کچھ              آپ بھی شرمسار ہو چھو کہو بھی شرمسار کر              اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا              زہد بھی کس قدر مذاقِ سخن سے دور              ڈرے کہ یہ خود تم کو ستم گار نہ کرے              اک تری یاد مچتے ہیں کیا کیا دل میں              یہ بڑی داستان ہے پیارے              حقیقت جاننے ہی           </p>	<p>             غالب              حاذق              ذوق              غالب              دھوئے دھبے جا نہ احرام کے              ادھر جانا دیکھیں یا ادھر پرانہ آتا ہے              نہ دکھاؤ شراب کی صورت              کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں              واعظیہ بنا تو تری صحبت میں کبھی کچھ              آپ بھی شرمسار ہو چھو کہو بھی شرمسار کر              اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا              زہد بھی کس قدر مذاقِ سخن سے دور              ڈرے کہ یہ خود تم کو ستم گار نہ کرے              اک تری یاد مچتے ہیں کیا کیا دل میں              یہ بڑی داستان ہے پیارے              حقیقت جاننے ہی           </p>
--	---



ز

زندگی جس سے عمارتِ سووہ زلیت کہاں	یوں تو کہنے کیلئے کہہ دے ہاں جیتے ہیں
زلمہ وہ بادِ کش ہو کہ مانگوں گردِ عا	اٹھس بھی شراب سے بادل بکھر ہوئے
زندگی اپنی جب اس شکل سے گدی بست	ہم بھی کیا یاد کریں کہ خدا رکھتے تھے
زخمِ کاری لگا تو چوم لیا	قبضہ خنجر کا ماتھ قاتل کا
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا	ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے
زنگ آلودہ اک آئینہ سہی	دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی
زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب	موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
زبان رک گئی آخر سحر کے پوتے ہی	تمام رات کئی دل سے گفتگو کرتے
نہے خلوصِ محبت کہ حادثاتِ جہاں	مجھے تو کیا کے نقشِ قدم مٹانے سکے
زخمِ دل کے چھپا رہا ہوں میں	کوئی میری ہنسی کو کیا جانے
زنگ لادوہ میں بوجہ ایسی ہلکا ہو کر	مگر اچانک ہمارے پہلو میں ہمت یوں باقی
زمانہ لامی جوانی نہ وہ محبت نہ زندگی	بس ایک بھولی سی یاد جو بزدلِ کفن باقی
زبان بھر سے ہمارے خیالِ لطیف	مے خیالِ نازک تمہاری گلبدنی

خواجہ میر درد

ناسخ

غالب

اعظم علی اعظم

نائب قزلباش

بغضی

صفی لکھنوی دہلی

برج نارائن علی

عزیز لکھنوی

حکیم مراد آبادی

ہست

دجا حسین عند

اختر شیرانی

”

”

عرشِ سلیمانی

نہاں سیوا دی	فلک کے تیور میں گمیں زمیں دل میں غما ہے	زار کیا دیکھے دکھانہ جائے کیا انقلاب
رشتہ یقی غریب	کیا سے کیا یہ مئے کلفا ہوئی جاتی ہے	زندگی زہر کا اک جام ہوا جاتی ہے
روشن ہند	عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم	زندگی اک مستقل شرحِ قسمت تھی مگر
..	رواعظا یہی تعبیر حیاتِ ابدی ہے	زلفوں کی گھٹی چھاؤں میں اک لمحہ خوش نما
مجاز	زندگی ہے تو گنہگار یوں میں	زندگی کیا ہے گناہِ آدم
میکش اگر آباد	ہم ان سے جرمِ محبت بھی بخشوانے کے	زباں پہ نامِ محبت بھی جرم تھا یعنی
آل احمد سرور	کام تھا اگر چہ بہت سخت مگر ہم نے کیا	زلفِ سستی کو سنوارائے کیسو کی طرح
فیض احمد	ہر ایک حلقہ زنجیر میں زباں میں نے	زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کر رکھ دی ہے
احسان دانش	آہ نہ کر لبوں کو کسی عشق بے لگی ہتھیں	زخمِ یہ زخم کھا کے جی اپنے ہو گھونٹ پی
شکیل بدایونی	اس میں اب کچھ بھی نظر آتا نہیں	زندگی کے آئینہ کو توڑ دو
بہارِ لکھنوی	جلتا ہوا دیاموں مگر روشنی نہیں	زندہ یوں اس طرح کہ غمِ زندگی نہیں
ساحر لدھیانوی	ترے لب پر ابھی کن نغمہ خیاں ہے ساقی	زمانہ برس بیکار پیرِ محولِ شعلوں سے

سخت کافر تھا جس پہلے میرے <sup>س</sup> مذہب عشق اختیار کیا  
 سایہ میں ہر ایک کے خوابیدہ ہے قیامت  
 سب ملتے تو ہونا ہیں دھڑکا مجھے کہیں مجھ سانہ کوئی اور گرفتار ہے  
 سرسری ان ملاقات ہے گا ہے نرم اغیار میں گلے سر رہے گا ہے  
 سانس آہستہ لیجیو بیمار ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا  
 سن تو سہی جا میں تیرا فسانہ کیا کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا  
 ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا رات بھر مجھ کو دل زار نے سونے دیا  
 سو رمز کی کتاب ہے اشار میں ہا میں ہے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ  
 سارے ہوں نکیرین کو فسانہ ہجر سوال ان کے جدا ہیں مے جواب جدا  
 سے جاتے ہیں کفن آپ کے دیوانوں کے تار دہن میں تکرے ہیں گریبانوں کے  
 سنی حکایت سنی تو دریاں سے سنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم  
 سید اٹھے جو گڑ لیکے تو لاکھوں لائے شیخ قرآن دکھاتا پھر پیسہ نہ ملا اکبر الہ آبادی  
 ستاروں کے گہاں اور بھی ہیں مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں اقبال  
 سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بجھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

صیر

میر

صفت ہادی

صفت بخش جرات

صفت بخش بیمار

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

صفت بخش ناسخ

سو آگری نہیں یہ عباد خدا کی ہے	اے خیر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
لکھا دے گی ندامت شیوہ قدر و فاقاں کو	یہ نشان کج ادائی میری جانِ نالواں تک ہے	حسرتِ مومانی
سرمہ میں چشمِ دل کے لئے تلخ تجربے	پیری نے کر دیا ہے وسیع النظر مجھے	علی نقی صفقی
سر طور ایک برقِ طور لہراتی نظر آئی	ذرا شوخی سے جھٹکا تھا کسی اپنے داماں کو	صنیر حسن دل
سجے تیرا نام آنکھیں کھول آیا تھا کوئی	آج تیرا نام لے کر کوئی غافل ہو گیا	فانی
سنے جاتے تھے تم سے مردنِ رات شکوے	کفنِ سر کا دمیری بے زبانی دیکھتے جاؤ	”
سوزِ غم سے اشکِ ایک ایک قطرہ جل گیا	آگِ پانی میں لگی ایسی کہ دریا جل گیا	عزیز بکھنوی
سنا ہوں بڑے غور سے افسانہ بستی	کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرزِ ادا ہے	اصغر گوندوی
سوارِ ترادانِ ہاتھوں میں مرے آیا	جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا	”
سوزِ غم دے کر مجھے اس نے یہ ارشاد کیا	جا تجھے کشمکشِ دہر سے آزاد کیا	چون علی آباد
سموم و صرصر و سیلاب کا ہنگام آ پہنچا	شرابِ شہ و شمع و شاہد و شوقِ جواں تک	”
ساقی کی محبت میں دل مٹا ہوا اتنا	جب کو جہکاتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے	مضطر خیر آبادی
سانس لینے میں درد ہوتا ہے	اب ہوا زندگی کی راس نہیں	جگر بریلوی
سجدِ دل نامراد ہے جو دل سے نا امید	وہ رہ گذر کہ اب جو تری رہ گذر نہیں	داگر محمد بن تاثیر
سجدری جہیں نہیں اس قدر حقیر	کچھ تو سمجھ رہا ہوترے آستاں کو میں	ساغر نظامی
ساقی کی نظر آج گھٹاؤں کی طرف ہے	ہر بات کی ہر لہر بند گھر ہو کے رہے گی	ماہر القادری

ساقی مرے خلوص کی شدت کو دیکھنا	بھرا گیا ہو گردشِ دوراں کُٹال کر	عبدالحمید عدم
سرد اس دور میں ہے سینہ آدم ورنہ	زندگی کے لئے سوزِ دل پر دانہ بہت	روشِ حدیقی
ستم زمانہ تجھ کو رم میں فدا آلتِ ہرالم	تجھے آشنا کی تلاش ہے مجھے جلیوں کا جستجو	ہنال ہوماری
سک تو مداو اگر ڈالنا اپنا ہی دوا اگر نہ ہے	سکے تو گریبا سی ڈالے اپنا ہی گریبا بھول گئے	حجاز
سکون شرجو ہو تو کوئی نہ کر تو بخ و مخ و من وہی	بدل گئے ہیں اگر چہ قاتلِ نظام دار و رسن وہی	سر راجہ جعفری
سحر سے مل تو گیا سلسلہ اجالے کا	حیاتِ شمع نے کچھ نہ کو عارضی پائی	غلام ربانی تابی
سناں لینے کو ہی جینا تو نہیں سمجھتے ہی	زندگی تھی جو تھے صل کا امکاں ہوتا	یوسف ظفر
سورج بھرا ہے کہ دوا ہے کہ گھنایا ہے	یا فقط اپنے لہو سے ہوئی صحر قی کلنار	احمد نیک قاسمی
سراہ ان کو بیک نظر کبھی دیکھے تو وہی ادا	وہی نیازی نہیں وہی لفت نہ کمر پڑی	نثار واحدی
سکون کے بسکیں آجئیں زمانے کی	جو نیند آئی تیرے غم کی چھاؤں میں تی	پیام فتحپوری
سیہ نصیب کوئی ہم سے بڑھ کے کیا ہو گا	جو اپنا گھر بھی جلائے تو روشنی نہ ملے	ساحر لہ صابو
سحر سے رشتہ اُمید باندھنے والو	چراغِ زلیت کی لوٹاں ہی مدھم ہے	احمد راجہ
سہارا نہ دیتی اگر موجِ طوفاں	ڈبو ہی دیا تھا ہمیں ناخدا نے	لکین حسن کلیم
سہمتی رہی عقلِ سالیوں سے بھی	کئے سہل دل نے محالات بھی	ضیاء الدین
سنائے میں تیری محفلِ آباد تو ہے لیکن	اسکی ہاں ہی میں ناجیز کی کمی ہے	”
سجھ سچہ سچہ کو سجھو سجھو سچہ نا سچہ	سجھ سچہ کو سجھو سجھو سچہ نا سچہ	منویر تقی میر
سنگِ دل نے سنگِ بیکر رنگِ دل کے گھر گیا	سنگِ دل نے سنگِ مارا سنگِ کھا کر مر گیا	ناسلم



## ش

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے | دل ہوا ہے چراغِ مفلس کا  
 شرمندہ رفو نہیں عاشق کا چاکِ جب | کس باغیاں نے نکل کا گریباں سلا دیا  
 شیخ اس بے شکنی پر نہ ہوا اتنا مغرور | تو نے توڑا نہیں اپنا بیت پندارِ مغرور  
 شمع ساں لگ اٹھے زباں کو آگ | گر کروں سوزِ دل بیاں اپنا  
 شمع جلتی ہے پر اس طرح کہا جلتی ہے | بڑی بڑی جری اے سوزِ نہا جلتی ہے  
 شبِ وصل تھی چاندنی کا سماں تھا | بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا  
 شوقِ نظارہ دیدار میں تیرے ہمدم | جان آنکھوں میں مری جا رہا کرتی ہے  
 شبِصال میں تنہا طرفانہ غیر | سمجھتے تاش وہ اپنا نہ راز دار مجھے  
 شاید اسی کا نام محبت ہے شیفقہ | اک لگ سی، سینہ کے اندر لگی ہوئی  
 شیخ جی گر گئے تھے حوص میں میخانے کے | ڈوب کر چشمہ کوثر کے کنارے نکلتے  
 شب بھر ہے شریکِ جود و شرباب میں | وہ سب صفتِ تار میں وقتِ سحر ملے  
 شب ہی شب ہے دن وہی دن ہے | جو تری یاد میں گر جا میں  
 شبِ مطلعے ہی آئی پیرِ مال پر اب نظر ہوئی ہے | غفلت میں شب گزار کہا سچ کر کر ہوئی ہے  
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے حبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا

میر

نظیر اکبر آبادی

شیخ غلام علی سیاح

بہادر شاہ ظفر

خوجہ حید علی آتش

رند کہنوی

میر حسن علی دیوبند

مصطفیٰ خان

ریاض خیر آبادی

عباس

سرمو مانی

دل بہا پوری

مولا اقبال

نثر مانگے لجا گئے دامن چھڑا گئے	اے عشق مر جاوہ یہاں تک تو آگئے	نوح ناری
شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو	بہ خودی بڑھتی چلی ہے راز کی باتیں کرو	قرآن گو کہ پوری
شباب یا کسی بُت پر فدا ہونے کا دیا	مری نیاسیں بند کو خدا کہنے کا وقت آیا	ہری چند اختر
شمع اک دم کے پکیر کے سو کچھ بھی نہ تھی	اگ جب تن میں لگائی تھے جان آئی ہے	آئندہ نرائن ملا
شبِ فرقت نظر آتے نہیں آثارِ سحر	اتنی ظلمت ہے روح شمع بھی نور نہیں	برق دہلوی
شفقِ دھلکھٹا کھٹائیں تار نئے پھول	اس دامن میں کیا کچھ ہے وہ دامن تھوڑا ہے	عبد کبیر دانی
شگفتہ کھول جو دیکھے تو شوق یاد آیا	دے تھے داغ بھی گلشن نے شمار مجھے	شوق انری
شبنم نے روکے جی ذرا ہلکا تو کر لیا	غم اس کا لوجھے جو نہ آنسو بہا سکے	عبد السلام سلام
شعری و نہیں حسنِ تحمیل پہ نشور	ان گہوں کے بھی اک شعر حریر کھا ہے	نشور واحدی
شبِ انتظار کی کشمکش میں پوچھ کیسے سحر ہو	کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا	محمود علی
شام غم سے جہاد کر جب تک	شامِ غم کی سحر نہ ہو جائے	جاوید شیش
شیشہ ٹوٹے غل چ جائے	دل ٹوٹے آواز نہ آئے	حفیظ میر بھی
شبِ سیاہ کے لمحے گزار لینے دو	گھڑی گھڑی نہ کرو ذکر راہِ یاروں کا	شہزاد احمد شہزاد
شمع کی آغ میں کمی تو نہیں	جل کے ٹھنڈے پر ہیں پروانے	نامعلوم

## ص

صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پڑ نہیں  
 صیاد اسی رام رگ گل ہے غنڈ لیب  
 صد لہ دور خرچ تھا ساغر کا ایک دو  
 صیاد اب قفس سے ڈراتا ہے کیا مجھے  
 صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر  
 صراک قدم اٹھا تھا غلط راہ شوق میں  
 صبح بچھر کر شام کا وعدہ شام کا ہونا نہیں  
 صیاد اب جواذن مائی دیا تو کیا  
 صبر لے دل با کہ یہ جا نہیں دیکھی جاتی

ہجر کی جب راسخ سیقراری میں کئی  
 دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آب دانہ کیا آتش  
 نکلے جو میلہ سے سو تو دنیا بدل گئی  
 تیرے کرم سے کل ہی آئیاں کی ہے اقبال احمد سہیل  
 تلخ ہو جائے لذت بیداد ایس یگا خلیفہ  
 منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی عبد الحمید عدم  
 انکی تمنا کچھ کر لینا صبح کو پہلے شام کرو نثار اادی  
 مدد ہوئی کہ آرزوئے بال پر گئی تروال نورین  
 ٹھہرے درد کا اب کا یا رانہ رہا حبیب اشعر

ط

<p>آتش فراق گور کھری ظفر تاباں</p>	<p>ہم سے خلا ہو کے کرے گا زمانہ کیا ہم ایسے میں تری یادوں کی چادر تالیے ہیں مرغ حین نور کو گوشہ آسیاں بھی اُ</p>	<p>طبل علم ہے پاس اپنے نہ ملک مال طبیعت اپنی جب بھرتی ہے سہارا توں میں طائر خستہ بال کو دام بھی کینچ آسیاں</p>
--	--	--

ظ

<p>فراق گور کھری ظفر</p>	<p>تیرہ تیرہ تاباں تاباں جیسے عیش میں دھندلے ہیں طیش میں ظفر</p>	<p>ظلمت و نور ہے عشق کی بستی ظفر ادنیٰ اس کو نہ ہے جانے گا کہ ہو وہ ضابطہ ذکا ظفر</p>
------------------------------	--	---

ع

عجب کچھ لطف رہا عجب غلو سے دلیر ہو	خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ	ولی اورنگ آبادی
عشق میں خواب کا خیال کسے	نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی	محمد حیات حضرت
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں	وہی بچ کبھی کہے ہوئے ہیں تو اب الٹا	انشا
عاشقی صبر طلب اور تہمتا بیتاب	دل کا لیا رنگ کہ دل خون جگر ہوئے تک	غالب
عمر ساری تو کئی عشقِ بیاں میں موتیں	آخر وقت میں کیا خاک سماں ہو گئے	موتیں
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی	جو ظرف کے خالی ہے کھلا دیتا ہے	انیس
عجب حوصلہ ہم نے غنجوں کا دیکھا	تبسمِ پیاری جوانی لٹا دی	جلیل مانپوری
عقل عیار ہے سوکھیں بنا لیتی ہے	عشق بیچارہ نہ ملا نہ زائد نہ حکیم	اقبال
علم فقیہ و حکیم فقر سچ و کلیم	علم ہے جو یارہ فقر ہے دانارہ	”
عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سمے جا ہیں	کہ یہ ٹوٹا ہوا نارا امہ کامل نہ بن جا	سراقبال
عشق سے لوگ منع کرتے ہیں	جیسے کچھ اختیار ہے گویا	اثر بکھنوی
عشق کی دنیا میں حبسی غم کو ازاں کر دیا	ہم غریبوں کیلئے جینے کا سماں کر دیا	اک چند محروم
عشق کی کچھ ہوا لگی جب انہیں	کچھ ارا رنگ کچھ نکھر بھی گئے	فراق گورکھپوری
عمر سب ذوقِ تماشا میں گذاری لیکن	آج تک نہ کھلا کس کے طلبگار ہیں ہم	مضطر فیہ آبادی

عشرتِ فتنے جا کر نہ کیا یاد میں عشرتِ رفتہ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں آخر انصاری  
 عشق ہی عشق ہے دنیا میری فتنہ عقل سے بیزار سوں میں اسرارِ الحی حجاز  
 عروجِ ماہ کو انساں سمجھ گیا لیکن ہنوز عظمتِ انساں آہ گہی کم ہے شاہدِ صدیقی  
 عنوانِ ترقی ہے یہ تیرہ فضائی بھی کچھ گرد بھی اٹھتی ہے جب فائدہ چلتا ہے نشورِ واحدی  
 علم و فن کے دیوانے عاشقی سے دہتے ہیں زندگی کے خواہاں ہیں زندگی دہتے ہیں  
 عشق ہے تشنگی کا نام توڑے گھر ملے بھی جاں شدتِ تشنگی نہ دیکھ لذتِ تشنگی سمجھ  
 عجیب ہے تصور کی کار فرمائی ہزار محفلِ رنگیں شریکِ تنہائی حصارِ بنگوی  
 عہدِ تم ہے دیکھیں ہم آشفقہ سرور پر کیا گذر شہر میں اسکے بند قبا کی رنگِ خاکی باجلی پیامِ فتحپوری  
 عیدِ کادن ہے گلے آج تو مل لے ظالم رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے نامعلوم  
 عقل نے ترکِ تعلق کو غنیمت جانا دل کو بدلے ہو حالات پہ رونا آیا ذکی کا کردی

## غ

غیر سے ملنا تمہارا سچے گوہم چپ رہے رہنا ہو گا کہ تم کو اک جہاں کیا کہا  
 غصہ کہ دل میں تو رکھو کہ ورت کرو منہ یہ ہم سے صفائی کی باتیں  
 غزل اس نے چھیری مجھے ساز دینا ذرا عمر رفتہ کو آواز دیتا  
 غم حیات سے گھبرا کے بندگانِ خدا چلے ہیں جانبِ مینا خود کشی کے لئے  
 غمِ دوراں غمِ جاناں کا تشاہد ہے کہ جو تھا وصفِ خیالِ بانِ حدیثِ گراں ہے کہ جو تھا  
 غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی یعنی دنیا بدل گئی اپنی خوشتر کھنڈی  
 غمِ عاشقی میں گرہ کشاں خرد ہوئی جنوں ہوا وہم ہے کہ ہمیں ہائے خرد نہ سر جنوں  
 غمِ دوراں غمِ جاناں کے گزر کر اے دوست آج ہر غم کو شریکِ غم انساں کرے  
 غمِ زندگی اک مسلسل عذاب غمِ زندگی سے مفر بھی نہیں غلامِ ربانی تانا  
 غمِ جمیب، غمِ زندگی، غمِ دوراں کسی مقامِ یہ ہم جی بُرا نہیں کرتے احمد ریاض  
 غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی یعنی دنیا بدل گئی اپنی خوشتر کھنڈی  
 غمِ جاناں سے ربط ٹوٹ گیا اب غمِ دہر سے پناہ نہیں اکشن مضطر

شیخ قیام الدین

صحفی مکھنوی

ماہر القادری

عابد علی عابد

خوشتر کھنڈی

ان۔م۔برشد

روش صدیقی

غلام ربانی تانا

احمد ریاض

خوشتر کھنڈی

اکشن مضطر

## ف

فکرِ معاش، عشقِ بہاں یادِ رفتاں  
فکرِ مت کر ہمارے جینے کی  
فقط امید ہے ش کی تیری رحمت سے  
ففسہ مقامِ نظر، علم مقامِ خبر  
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ رحمانا  
فلک بھول بھلیوں میں ڈال کھا تھا  
فقط فریبِ خدو خال سن باقی ہے  
فلک کے تاروں سے کیا دُور سوگی ظلمتِ شب  
فقتہ عقل کے جو یامری دنیا سے گزرے  
فضا کا ذکر کریں بحر و بر کا ذکر کریں  
فلم کی گردش سے تصویریں بدلتی ہیں

اس زندگی میں کبئی کیا کیا کیا کرے رفیع سودا  
نیرے نزدیک کچھ یہ دُور نہیں میر  
وگرنہ عفو کے قابل مے گناہ نہیں مہدِ حسنِ خانا  
فقر میں تی ثوابِ علم میں سستی گناہ اقبال  
اہل کیا، خمارِ بادہ ہستی اتر جانا برجِ نرائنِ حکمت  
ہم ان کو دھوئے دیا اپنی جستجو کرتے یاسِ یگانا جلیز  
جو خیرِ صبر کن تھی گئی شباب کے ساتھ آئندہ ان ملا  
جی اپنے گھر کے چراغوں سے روشنی نہ ملی  
میری دنیا میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں جاننا رافتہ  
بہت بلند، خردوں گھر کا ذکر کریں ندیم قاسمی  
عمر رفتہ کا نہ آیا پھر وہ منظر سامنے اسیر کا کو روی



## ق

قسمت تو دیکھو ٹوٹی ہے جا کر کہاں  
 قدر رکھتی نہیں متاعِ دل  
 قباے گل کو پھار اگل پرین بگڑا  
 قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے  
 قیدِ حیا و بندِ غمِ ال میں دونوں ایک ہیں  
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں دریا لیکن  
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے  
 فہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو  
 قطرے قطرے کا ہے نصیب جدا  
 قریب یار روزِ عشرِ چھپے گا کشتوں کا خون  
 تہاری و غفاری و قدوسی و حیرت  
 قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ سست پر از  
 قفس میں جی نہیں لگتا آہ پھر بھی مرا

کچھ دُور اپنے ماتھے جب بام رہ گیا  
 سائے عالم میں میں دکھا لایا  
 بنائی کچھ ننھی ننھی سے جو وہ ننھی دین بگڑا  
 جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا  
 موت پہلے آدمی غم سے نہ پائے کیوں  
 ہم کو تقطیعِ تنکِ ظرفی منظور نہیں  
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی  
 کاش کے تم مرے لئے ہوتے  
 کوئی گوہر کوئی شراب ہوا  
 جو چہ سگی زبانِ خنجر ہو پکار کا آئین  
 یہ چار عناصر ہو تو دنیا ہے مسلمان  
 فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا  
 یہ جانا ہونکہ نکاحی آشیاں میں نہیں

قیام الدین قائم

میر

آتش

ناسخ

غالب

"

"

"

مائل دہلوی

امیر مینائی

اقبال

اقبال احمد سہیل

عزیز بکھنوی

قتل اور مجھ سے سخت جان کا قتل : تیغ دیکھو ذرا کمر دیکھو  
 غریزہ لکھنوی  
 قسمت میں خوشی جتنی تھی ہوا غم بھی ہے جتنا ہونا ہے  
 سید آل رضا  
 گھر بھونک تماشہ دیکھ چکے اب جنگل جنگل رونا ہے  
 منظر لکھنوی  
 قفس میں جب کبھی جھپکی مری آنکھ : یہ دیکھو نشیمن جل رہا ہے  
 قول ہے تیری کبریائی مگر کبھی یہ بھی تو نے سوچا  
 ندیم قاسمی  
 یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے غریب لسا کہاں ہیں گے  
 سارا اداوی  
 قفس بھی ہے یہاں بھی گلچیں بھی کانٹے بھی  
 چین کو ہم سمجھتے ہیں مگر اپنا چین اب تک  
 قتل اپنا مقدمہ بیگانہ اگر ہوتا : تو پھر اپنے پرانے ہم یہاں کھاتے  
 قاتل شرفائی

## ک

کہاں آج یارب جلوہ متانہ ساقی	کہ دل آج صبر سرسبز سے بھرا لیجائے	دل آج اورنگ آبادی
کون سے زخم کا کھلا ٹانگا	آج پھر دل میں درد ہوتا ہے	ضیاء الدین ضیا
کوہ اگر چہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا جائیگا	رفع سودا
کمالِ بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک فن نے یہ مصرعہ غلام لیا	..
کیفیتِ چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں	..
کیا ضد مے ساتھ خدا جانے ور نہ	کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی	..
کس کا ہے جگر کس پہ یہ بیدار کرو گے	لو دل تھیں ہم دیتے ہو کیا یاد کرو گے	جعفر علی حسرت
کون سی رات آن ملے گا	دن بہت انتظار میں گزرے	خواجہ میر درد
کہا میں نے کتنا ہے گل کاشات	کلی نے یہ سن کر ششم کیا	میر تقی میر
کچھ نہ دیکھا پھر بجز اک شعلہ پر بیچ و تاب	شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا	..
کیا شکوہ کریں کنجِ قفس کا دلِ مضطر	ہم نے تو چین میں بھی ٹمک آرام نہ پایا	حسن دہلوی
کیا جانے کنجت نے کیا ہم پہ کیا سحر	جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم	جبرائیل
کیا فسوں تو نے خدا جانے یہ ہم پر مارا	تجھ سے پھرنا نہیں دل ہم بہت سہرا	محمد امان نثار
کس سے تم بہکنا تھے صاحب	رات ہم بے قرار تھے صاحب	غلام علی ساغ

کچھ ایسی بن گئی تصویریں در قدرت سے	راہیں بنا کر آپ صوفیوں پر برسوں	نذر ابن راقم
کون پر سنا ہے حال بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قتال کا	علی بخش بیمار
کچھ اناشہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت	مال کر کھنے لگا دن ہے ابھی رات کے وقت	انت
کون کہتا ہے بولو موت بولو	ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو	"
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیماری آپ تنگی ہے	"
کون اس فصل میں دیوانہ ہوا، ہتھیار	کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے	عیشی مکہنی
بھدرواں مسرتوں کہیں اور جاہیں	اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں	بہادر شاہ ظفر
کیا کرتے ہونا ہم تم نصیحت رات دن جھک کر	اسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا	آتش
کسی کے محرم آبِ رواں کی یاد آئی	جہاں کے جو برابر کوئی جہاں آیا	"
کون سے دن نئی قبریں نہیں اس میں تھیں	یہ خرابہ وہی میرے کامکاں کہ جو تھا	"
کیا جگہ کو چہ محبوب ہے سبحان اللہ	کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا	"
کہاں کہاں تھے دھونڈا بدل بھیں دو	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہن تھا	"
ہموں کیا ہوی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا نجات سو یا کیا	"
کشتہ ہم بھی ترہی نیرنگی کے ہیں یاد ہے	اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے	"
کس دہشتنگ ہوتے ہاتھوں سے اے خوں	لاؤں کہاں روز گریہاں نئے نئے	"
کرین ہم کسی پوجا اور چڑھائیں کو چند ہم	صنم ہم دیر ہم تجا ہم بت ہم برہن ہم	ناسخ

کیا روزِ بد میں ساتھ ہے کوئی ہمنشین	پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور	نہا سنا
کی مرے قتل کے بعد اس کے جفا سے توبہ	ٹائے اس زودیشماں کا پشتِ سماں ہونا	غائب
کسی نے بھی تیری طرح سے نہیں	کیتے ہیں نہیں مغزِ خفا آپ اپنی	مشتعلیٰ دیر
کیونکہ نہ ٹپٹ کر تھوڑوں کے قبر	میں بھی تو جاں دے پایا ہے تجھے	” ” ”
کعبے چلتا ہوں پر استا تو بنا	میکدہ کوئی ہے زاہدِ راہ میں	اسیرِ بکھنوی
کیا جانے کیا لطف چلنے کے ادھر آج	جاتی ہے تو پھر کر نہیں آئی ہے نظر آج	مغیر شکوہ آبادی
کچھ خوفِ خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے	سویار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے	نوابِ بگمِ حجاب
کہا صیاد کیسا باغیاں کس پر گری بکلی	چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آتیاں پھونکا	دراغِ دہلوی
کمرہ دھو دہن کا غزال آنکھیں پری چہرہ	فکرم ہیزید خوشبو جس دیا زبانِ عسی	واجہی شاہِ اختر
کھانا یہ تباہ کچھ چکے کے یا گرا کے پیوں	ملے بھرا ہوا سا غر تو ڈگد گاکے پیوں	شادِ عظیم آبادی
گردنہ کچھ فخرِ جامِ ساقی بہار آنے تو دو چمن میں	گلوں کے گارنگِ ستی ہوا اگر گئی شراب پیدا	اکبر الہ آبادی
کعبہ دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی	میں پرتو یہ کوئی نام ہیں میخانوں کے	ریاضِ خیر آبادی
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے	مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق	اقبال
کبھی حقیقتِ منظرِ نظرِ لباسِ حجاز میں	کہ نزارو سجدِ تر پے ہیں می جبینِ نیاز میں	”
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہدِ نجات کے سوا	شغلِ بیکار میں ان کی محبت کے سوا	مشرعہ دہلوی
کہیں ہ آگے مٹا دیں نہ انتظارِ کالطف	کہیں قبول نہ ہو جائے العجا میری	” ”

کس طرح جوانی میں چلوں اہ یہ نا صحیح	یہ عمری ایسی ہے سمجھانی نہیں دیتا	شاعر فرما لیا
کیا سوال تو آواز باز گشت آئی	جواب مجھ سے طلب ہے ہر سوالوں کا	فانی بدایونی
کی سپرد درمیانہ اہل نے مری خاک	کس کو سونپا مجھے ظالم نے خدا کے بدلے	” ”
کس کام کی ایسی سچا جو تڑپے امیدیں دل کی	تھوڑی سی ہوتو گئی مانا کہ وہ بول کے جھوٹ گیا	آرزو بکھنوی
کس نے بھیگے ہو بالوں سے یہ جھٹکا پاتی	جھوم کے آئی گھٹا ٹوٹ کے برس پاتی	آرزو بکھنوی
کوچہ یار میں جانے کی کبھی خونہ گئی	تھوکر میں کھا بھی نہ سنبھلے نہ سنبھلے دالے	ناظر
کون دیتا ہے دُنا کا ماحی	خونِ فرما دربر سر خرماد	یاسر ایٹا فیکر
کتاب عمر ہے گویا انیس تنہائی	نظر میں قصہ ماضی حال ہوتا ہے	” ”
کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ گماں	چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے	” ”
کیا دردِ سحر اور یہ کیا لذتِصال	اس سے بھی کچھ بلند ملی ہے نظر مجھے	” ”
کہاں کامیغا کس کا ساقی کچھ اور بڑا دوسخو دی کو	یہی بنا گا جام و ساغر نہیں کرے گی شراب پیدا	جگر مراد آبادی
کبھی شاخ و سبزہ دیر پر بکھی غنیمتِ دکل و خار پر	میں جن میں جا جا رہا ہوں مرمتی فصل بہار پر	” ”
جہاں بڑھ چکے ہیں کہانگ علم و فن ساقی	مگر آسودہ انسان کا تن ساقی نہ میں ساقی	
کبھی ہو کا تو بتاؤں گا تجھے راز عالم خیر و شر	کہیں چکا ہو شرع سے گئے ایزد کے اہل امن	فراق گورکھپوری
کیونکر ہو اثر آب کے اعلانِ وفا میں	دامن تو ہے دبا ہوا خونِ شہدا میں	” ”
کچھ نہیں اختیار میں پھر بھی	ہر خط امیری ہر قصور مرا	احسان غلام گھنی

کارواں خود ہے اپنی گرد میں گم	پاؤں کی خاک سر پہ آئی ہے	نرائن ملا
کس وجہ سکون بخش ہے احساں محبت	ہر درد کے آغوش میں طوفان نظر آیا	روشن صدیقی
کس نے بھیجا تھا پیامِ پریشانیوں کے پاس	دامنوں کے چاک پہ پہنچے گریبانوں کے پاس	” ”
کس کو معلوم ہے ہم جس شہناساں ازل	کتنے ادا ہم سے گزریے تو یقین تک پہنچے	” ”
کیا کیا ہوا، ہم سے جنوں میں نہ پوچھئے	انچھے کبھی زمیں سے کبھی آسماں سے ہم	مجاز
کچھ کچھ کو خبر ہم کیا کیا اگر دشوار بھول گئے	وہ لطفِ بریں بھول گئے وہ دید گریاں بھول گئے	” ”
کئی بار اس کا دامن بھر دیا جس دو عالم	مگر دل ہے کہ اسکی خاطر اتنی نہیں جاتی	فیض احمد فیض
کتنے صدم خود ہم نے تراشے	ذوقِ پرستش اللہ اکبر	حبیب احمد
کیا موت بھی سیکھ لئے دلبری کے دھنگ	یہ طرزِ بے رخی تو اس آرام جاں کی ہے	بٹ نظر
کئے گئی کیسے گلِ نو کی زندگی یارب	کہ اس غریب کاٹوں میں گھر بھی ہے	سلام سندیلوی
کوئی اے شکیل دیکھے یہ جنوں نہیں تو کیا ہے	کہ اُسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا	شکیل بدایونی
کتنی امیروں کی شمعوں میں گھری ہے زندگی	جتنی روشن ہیں لوں اتنے ہی گھر سائے ہیں	احمد ندیم قاسمی
کون تاجِ جلالت کا تمنا کا چراغ	شام سے ٹوٹ گئی آس تو پھر کیا ہوگا	شاعر مکنوی
کتنے تاباں تھے وہ لہجے پہلو میں	دو گھڑی میری بھی فردوسِ مناکذری ہے	اختر اورینوی
کل جو ذکرِ جام و سینا آگیا	میری توبہ کو پسینا آگیا	نثار اداوی
کلی کی خود ہے بہر حال سکرانے کی	وگر اس کسے ہے ہوا زمانے کی	” ”





## گ

کھیلنے میں روں کی طرف بلکہ شرم بھی اے خاں راز چمن کچھ تو ادھر بھی رفیع سودا  
 گریہ شب سے سرخ ہیں آنکھیں مجھ بلاتوش کو شراب کہاں میر  
 گالی سہی اداسی چمن جیس سہی یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی انشا  
 گلستا میں جا کر سراک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے گویا  
 گیا منزل پہ اقاقلہ آوارہ غربت میں ہم آوازِ جرس کی طرح سے تنہا کھٹکتے ہیں شاہ ظفر  
 گستاخ بہت شمع سے پڑا نہ ہوا، سر حرِ قصا، موت آئی ہے دیوانہ ہوا، آتش  
 جہاں نہ کیونکہ کروں تجھ پہل چرنے کا جہکاکے آنکھ سب کیا، مسکرانے کا نظام الدین مومن  
 کیسویں رخ پر ہوا سے ملتے ہیں چلے اب دونوں وقت ملتے ہیں شوق بکھڑی  
 گویا تھو میں جنش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے غالب  
 گیا شباب پر اتارا تعلقِ عشق دل و جگر میں تپک گاہ گاہ ہوتی ہے تیش بکھڑی  
 گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے الہیایہ گھٹا دودن تو بر سے ریاض خیر آبادی  
 گئے اس پہیلی تو احسان مانوں قفس ہے مرا آشیانہ نہیں ہے احمد سہیل  
 گھسا اٹھی سے تو بھی کھول نہ لف بفریں ساقی تیرے ہو فلک سے کیوں شرمندہ میں ساقی مجذوب  
 گلشن پر ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز کاٹھوں سے بھی نباہ کئے جارہا ہوں جگر مراد آبادی

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انسان  
 بڑھے تو سموت کوئیں میں سماتہ سکے  
 گلوں سے کیسل ہے ہر سیم کے جھونکے  
 فقیر میں بیٹھا ہوا ماحول رہا ہو میں  
 گھٹا ہوا دیو دیو میکہ بروش فصل گل  
 نہ جائے لغزش تو ہے ایسا تو یہ کہا گزرا  
 گل و غنچہ اہل میں ہیں ترسی گفتگو کی تسکین  
 کبھی کھل کے بات کہہ کر دیا اشارہ  
 اگر حسی حس جل جائے نہ آئیل تیرا  
 لگ گئی آگ تو مجھ کو ہی بجھانا ہو گا  
 گزاردوں تر غم میں جو عمر خضر ملے  
 تیرے نہار یہ دُودن کی زندگی کیا ہے  
 گھر سے چلے تھے ہم تو خوشی کی تلاش میں  
 غم راہ میں کھٹے تھے ہی ساتھ ہو لئے  
 گل کیا بس نے وہ تھا اور مگر  
 شمع نے شکوہ ہواؤں سے کیا  
 گلشن گلشن شعلہ گل کی زلف کی یا چلی  
 حرجوں کی بند گراں کی جرم و سزا کی یا چلی  
 گو میں نے کچھ نہیں اب تک کہا ہے  
 مگر پھر بھی زمانے کو گلہ ہے  
 گر گئے ہیں نگاہ سے اپنی  
 جب کسی نے ہمیں سنبھالا ہے

## ل

لگتی ہے تو قفلِ مینا دل کو پس  
 لگے منہ بھی چڑانے دینے دیکھا لیا صاحب  
 لائی جا آئے قصائے چلی چلے  
 لے تو چلے ہیں حضرت دل تمہیں اس سخن میں  
 لطف سے تجھ سے کیا کہوں دعا  
 لاکھوں فرچلے ہیں نزل پہنچے ہیں ایک  
 لیریز توج تھا ایک اک خط پیمانہ  
 لطف بہار کچھ نہیں گوہے ہی بہار  
 لوگ تھے بھی ہیں جیتے بھی ہیں بتیا بھی ہیں  
 لذت کبھی تھی اب تو مصیبت سی ہوئی  
 لاکھ آفتاب پاس ہو کر گزر گئے  
 لہریں وئی ہے تارِ خِج خلعتِ انسا  
 لہر کے جھوم جھوم کے لاسکر کے لا

وہ دن کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا  
 زبا بکری بکری بکری بکری بکری بکری  
 انہی خوشی نہ آئے نہ انہی خوشی چلے ذوق  
 ہمارے ہلو میں بیٹھ کر تم سے پہلو تھی نہ کرنا داغ  
 ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں  
 اے اہلِ مآ قدر کرو نایا نہ ہو تمہا میں ہم شاد عظیم آباد  
 محفل سے جو وہ اٹھ لیتے ہو انگریزی فانی تہ الیوتی  
 دل کیا اچڑ گیا کہ زمانہ اچڑ گیا آرزو بکنوئی  
 کون سا سحر تری چشم عنایت میں نہیں اصغر گوندوی  
 مجھ کو گناہ کرنے کی عادت سی ہو گئی سجدہ موہانی  
 بیٹھے ہم انتظارِ سحر دیکھتے رہے جگر مراد آبادی  
 ابھی یہ ل ہے شالہ تہ حیات کہاں سراج بکنوئی  
 پھولوں کے رس میں چاند کی کرنیں ملائے عبد الحمید عدم

<p>عبد الحمید عظیم سردار جعفری جاوید ششٹ کوثر فاروقی</p>	<p>لاتے ہیں جیسے کوہ سے چشمہ نکال کر یہ جیانتن برمنہ اسے کیا پیر میں دیں کیسے کانٹوں میں تیرے آبلہ پارہتے ہیں یہ بھی احساس کمتری تو نہیں</p>	<p>لایا چلوں بچا کے حواد سے زلیبت کو لب تیغ پر لہوئے لب زخم پر تبسم لالہ و گل کے نشیمن سے اتر کر کبھی دیکھ لوگ میرے جنوں پہ ہنستے ہیں</p>
--	--	---

م

مسد گل منزل شبنم ہوئی دیکھ رتبہ دیدہ دیدار کا  
 مردل کے نشہ کو بیوفا تو ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا مرے اس تو ہی ایک تنہا یہ کانِ نشہ گراں نہیں  
 میں وہ قتادہ ہوں کہ بغیر زفتا مجھے نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے  
 میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں جسے ابر پر سال روتا ہے گا میری ترقی میر  
 مدعی مجھ کو کھڑے صابر کہتے ہیں چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں  
 میں شکر کو کیا روؤں کہ اٹھ جائے تیرے برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور  
 مت میرے رنگِ زرد کا چہ چاکر کو کیاں رنگ ایک سا ہمیشہ کسی کا نہیں رہا  
 میں اپنے سوزِ دل کو بکھاؤں تو کس طرح اب تو نہیں ہے بوند بھی آنسو کی آنکھ میں  
 مرنے جیا کئے لبِ جانِ بخشِ یار سے بوسے کے انتظار میں ہم جا لب ہے  
 میں ریزم سے یوں تشنہ کام آؤں گر میں نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا بدلتھا  
 مہرِ باہر کے بلاو مجھے چاہوں وقت میں گیا وقت نہیں ہو کہ بچھڑا بھی نہ سکوں  
 میں غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گونہ بنجودی مجھے ن رات چاہئے  
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر جذبہ دل اس پہن جا چھ لسی کہ بن آئے نہ بنے  
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا اسی کو دیکھ کر جیتے نہیں کافر پہ نکلے

وکی اورنگ آبادی

خواجہ میر درد

"

میر تقی میر

"

حسن دہلوی

سیدانی مصحفی

شاہ ظفر

ناسخ

غالب

"

"

"

"

"

"

موتن	آخر تو دشمنی ہے اشرک و دعا کے ساتھ	مانگا کریں گے اب تو دعا پھر یاری کی
ایس	جواب پھوٹے روتے جو تم ہنا کے چلے	مثال ماہی بے آب موج تڑپا کی
جوتن بکھنوی	یوں زندگی ہم نے تری ڈوری میں لہری	مرمر کے اگر شام تو رورو کے سحر کی
شاد عظیم آبادی	یا شاید آپ ہی نے کی ہو "ہمیں نہیں"	میں نے وفور شوق میں شائد سنا نہ ہو
ریاض خیر آبادی	نخشہ نہ تو مجھے تری محبت سے دور ہے	میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
جلیل ملکیوری	یاد آگیا روٹھنا کسی کا	متھے پھیر کے یوں چلی جوانی
ماقبہ بکھنوی	زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے	میں میں خال لیکر دوست کے وقت دفن
اقبال	من اپنا پرانا پانی تھا برسوں کی بن سکا	مسجد بنادی ام بھر میں یامی حرار والوں کے
اقبال	مقام بندگی دے کر نہ لو شان خداوندی	متاع بے بہا، درد و سوز و آرزو مند
اقبال	اب تک تو جس میں پیسے آسمان پر	مٹی خراب ہے تیرے کوچہ میں ورنہ ہم
حسرت موہانی	ہم پر ہجوم ناز و اداجھی نہ کیجئے	منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو
اقبال	لب کو شرمندہ دعا نہ کریں	مل ہے گا جو ان سے ملنا ہے
صفی بکھنوی	اگر انتظار چھوٹا	مری لاش کے سر لے وہ کھڑے تھے رہے
اقبال	جس کی فطرت نے تم میں رنگ پیدا	مذاق سر بلندی ہو تو پھر حیرت مچے کیسے
اقبال	خیال ترک محبت تو بار بار آیا	جہاں ترک محبت نہ ایک بار ملوئی
عزیز بکھنوی	جب دل پر اختیار نہ ہو گیا کرے کوئی	مانا کہ بزم حسن کے آداب ہی بہت

معصوم نظر کا کھول پناہ لایا کھانا کیا جانے  
 مرے شباب کی توبہ یہ جانے اے اعطاء  
 مٹی جاتی تھی بلبل جلوہ گلہار نگیں پر  
 مبارک باد اے جذبہ محبت  
 مجھے دے کہ اس ناپاک دردِ سیاہی میں  
 ملا جو قہر تو روزِ نکاحِ جلال اور خاتیرا  
 مدتوں کشمکش یاس و تمنائیں ہے  
 مدتیں گزریں تری یاد بھی آئی نہ ہمیں  
 مرد و ستونِ گمہ مے کی نور و ناز کی زندگی  
 مٹی نہ تیرگی دل جل کے داغوں سے  
 مری رات کیونکر کئے گی ابھی  
 مایوسیوں میں دل کا وہ عالم دم و داغ  
 محبت کیلئے کچھ حاصل مخصوص ہوئی  
 محبت کس قدر یاس آفریں معلوم ہوتی ہے  
 میرے ہنسے پہنچا تھے مے روئے ہنسے  
 میں سیکھنے کی راہ سے ہو کر گذر گیا

دل آتشِ آفتاب ہے تیر چلانا کیا جانے  
 تشہ کی بات نہیں اعتبار کے قابل  
 چھپا کر کس ان پردوں کی آئینہ رکھی  
 افسیں اپنے پہ اب میرا گماں ہے  
 بگر جانے خود میر مذاقِ شعروں و سانی  
 بڑھو گا حمت کا وہ قہر کہ نہیں ریکا جلال  
 غم نے جیسے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا  
 یاد ہم بھول گئے تجھے ایسا بھی نہیں  
 جو ادھر چراغِ دم کی کوئی بھی کھلے نہ  
 چراغِ ہم نے جلنے تجھے روشنی کے لئے  
 مجھے دن کو تائے نظر آئے ہیں  
 بجھتے ہو چراغ کی لوجہ تیرے حقیرائے  
 یہ کہنہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا  
 تیرے ہنسون کی جھنپش نہیں معلوم ہوتی  
 دی ننگِ شمعِ عشوہ گراں ہے کہ جو عطا  
 درخشاں غریبان کا کافی طویل تھا  
 آرزو بکنی  
 حقیقت جو پوری  
 اختر گو نڈوی  
 حکمران آبادی  
 جوش  
 حریف  
 خرق گو کھپوری  
 آؤ صاحبِ بری  
 منظر بکنی  
 عذوب دانی  
 محمود دہلوی  
 چراغ حسن مشرق  
 عابد علی عابد  
 عدم

میں بھول جاؤں نہ مفہوم زندگی ساتی	ذرا چھلکا ہوا سا غر شراب تو لا	عدم
منجد ہمارے تکیہ پہنچا تو بہت کی بات تھی	ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے	”
میرے خیال کی وسعت میں ہیں ہزار چین	کہاں کہاں سے نکالے گی یہ بیمار مجھے	وحشی کا پوری
مگر یہاں تو جل رہا ہے آدھی سے آدھی	سنا یہ تھا چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں	شاد عارفی
مرنے کی غائیں کیوں مانگوں کی غائیں کوں	یہ دنیا بدیاد وہ دنیا آبِ خشک دنیا کوں کہے	احسن جذبی
مقتل شوقِ کد آدابِ نرالے ہیں بہت	دل بھی قاتل کو دیا کہتے ہیں سگر پہلے	سردار حفصی
محب کی خیر اور بچا ہے اسی کے فیض سے	زندگیاں ساتی کاٹنے کا ختم کا پیمانے کا نام	فیض
مجھے کو تو خونِ دل ہی پیٹا ہے	دستِ ساقی میں گر رہے جام تو کیا	سلام ہندیلوی
منزلِ عشق کی الاماں الاماں	ہر نفسِ شکش ہر قدم استحاں	اقبال صفی پوری
میکشتی اب کی عادت سو کچھ بھی نہیں	یہ بھی اک تلخ حقیقت سو کچھ بھی نہیں	جانثار اختر
میری زندگی پر نہ کر مجھے زندگی کا اہم نہیں	جسے غم سے شریے ہو واسطہ وہ خزانہ سے نہیں	شکیل بدایونی
مرا کفرِ حالِ زہد مرا زہدِ حالِ کفر ہے	میری زندگی بگڑے وہ زندگی جو بری ہو مجرم نہیں	”
میں کوئی پتھر نہیں انسان ہوں	کیسے کہہ دوں غم سے گھبراتا نہیں	”
میں نظری رہا تھا تو یہ دل نے بد عادی	ترا انا تھ زندگی بھر کبھی جاؤنگ نہ پہونچے	”
میر بادوں کے آق پر آپ کے وعدوں کے چاند	قدر چکے نہیں میں جس قدر گنہائے ہیں	ندیم قاسمی
میلِ محل کے ابھرتی ہے جب چراغ کی لو	میں سوچا ہوں کہ ان لرزوں میں تو تو نہیں	”



خیزاں میں بھی پرستار ہاں اس کا	موسم گل میں چین اُڑا کو کیسے چھوڑوں	سلام چھٹی شہری
حسرت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکثر	سراپے شت کو آبیے واں کھنای پڑتا ہے	جلن تھ آزاد
موسم گل ہے بادل چھٹا کھٹک ہے ہیں پیمانے	کیسی توبہ توبہ توبہ تندر جام کرو	نثار اادی
میں بھی کس طرح ان کو بیوفا کہوں	منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں	نشور واحدی
مستحق ہے آئینہ طلب کرے تو کیا دور	دو شہزادہ انداز بہک جائے تو کیا ہو	" "
میری مژدہ غم پر لڑاں ہے حقیقت سی	ان کے لب لعلیں پرافانہ چلتا ہے	" "
مراد نہ تھا صنم آشنا کتری دایہ نظر پڑی	وہ نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بنا خون چکری	" "
ملت کی راہ و رسم محبت کے باوجود	وہ حسن آشکارا بھی ایک راز ہے	ظہیر کا شمیری
مجھے سہل گہنیں نہ لیں وہ ہو کر مجھی بدل گئے	تراہ تھہ ماتھہ مل گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے	عروج سلطانی پوری
میں توجہ جانوں کھجور ساغری خاص عام	یوں تو جو آیا وہی پیر نہاں بنتا گیا	" "
میر نظرین کا چہرہ ان کی نظریں میرا دل	مل گئے تھے راز و رازداں کل رات کو	خامیابہ بنگوی
ملا متوں جنوں میں نہ کچھ کمی آئی	جراحتوں بڑھی زخم دل کی رغنائی	پیام فچوری
میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوں اس لئے	ترک تعلقات کا احساس مرنے جائے	فتا نظامی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی	مجھ کو راتوں کی سیاہی سوا کچھ نہ ملا	ساحر لدھیانوی
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے ایک	مگر اس عالم وحشت میں کیا انوں پہ کیا گزری	" "
مجھے ستانے پہ موقوف تھی خوشی اُن کی	مجھے مٹا کے مرے دشمنوں نے ماتھہ ملے	عنوان ہشتی

ساحر بکنوی	شوق بکھتا ہے کہ دو چار قدم اور بھی	منزلیں پاؤں پکڑتی ہیں ٹھہرنے کیلئے
نام معلوم	سفیدی، سیاہی، شفق، ابریاں	مرہ برسا کا چاہو تو ان آنکھوں میں آئینہ
ذکی نکا کو روی	پہونچے جو اس جگہ تو فقط سنگ میل تھا	منزل جیسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ
نام معلوم	ہم کیلئے ہم سے گئے ہم کی قسم ہم نہ ملا	ہم کیلئے ہم بھی گئے ہم کی قسم ہم نہ ملا
انیس بکنوی	چین تھا دل کو جو نیند آگئی انگاروں پر	متھہ کو رکھا جو ترے آتشِ رخساروں پر

ناو کے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں  
تیرے مرغ قبلہ نما آشیانے میں سودا

ماز کی اس کے لب کی کیا کہئے  
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے میر

نہ یک شیخ اتنا کبھی وا ہی تنہا ہی  
کہاں رحمت حق کہاں بے گناہی "

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے  
میرا صبر و قرار جاتا ہے بیک رنگ

نہ چھڑائے حکمت باد بہاری ادا لگانی  
تجھے نکھیلیا سوچی ہیں ہم نیراز بھی میں انشا

سچ حال کی چیٹ پیٹی کو دیتے اور دل سے  
پر اپنی برائیوں پہ نہی نظر تو نگاہوں کی برا بہادر شاہ ظفر

نہیں فقل عادیات ہے شیشہ دمدم ساقی  
سو کو خم کو مئے کو میکدہ کو مئے پرستان کو "

نظر ملا کے کہا مجھ سے میر ساقی نے  
حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں صغیر بلگرامی

نبھاں تھا دام سخت قریب آشیان کے  
ارنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے غالب

نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا  
چھٹے اسیر تو بدلا سوا زمانہ تھا متاع علی دبیر

نہ دیا ہمارے مجھے لذت آزار نے چین  
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا شیفہ

نہیں تیرا شمن قصر سلطانی کے گنبد پر  
تو شاہ ہے، بسیر اگر پہاڑوں کی چٹانوں پر اقبال

کہیں جہاں ملی جو امالی تو کہا ملی  
مرجرم خاطر اب کو ترے غوبندہ نواز میں "

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کیلئے  
جہاں تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے "

نہ کہہ سکتے ہیں دردِ درد پر کہ دنیا میں	مباد ایک قلم اٹھ جائے تہذیب و فاری	حسرتِ مومانی
تمو در انتشارِ دل ہے سب دنیا و مافیہا	زمانے بھر کی آبادی ہے، ورنہ مرنے گھر کی	سلیم پانی پتی
نہ آفریب کہ پروردہ فنا ہوں میں	بنا ہے برق کے ننگوں سے آتیاں صبا	فانی بدایونی
نشانِ منزلِ جاناں ملے نہ ملے	مرنے کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا	دشتِ گلشنوی
نامِ منصور کا قسمت اچھا لاو رنہ	ہے یہاں کو ناسحق گو کہ سردار نہیں	آرزو بکھنوی
نیازِ عشق کو سمجھا ہے کیا لے اعطاد	ہزار دین گئے کعبے جہیں میں جہار کھدی	صغریٰ گوندوی
نگاہِ مہر سے ہے آفتابِ عالم پاک	حقیرِ خاک کے ذروں کو جگمگاتا جا	سراج بکھنوی
نہ ہا کوئی اداسِ حینانِ جہاں	سربِ زانو ہیں حسینا جہا میرے بعد	جوشِ ملیح آبادی
نظرِ سو خواہ کتنی ہی حقائقِ آشنا بھر بھی	ہجومِ کشمکش میں آدمی گھبرائی جاتا ہے	” ”
ناگن کوئی بل کھاتی ہے پیہم کہ ہوا ہے	وہ زلفِ شکن زیرِ شکن کھیل رہی ہے	فراق
نیرنگِ وزگار میں کیفِ دوام دیکھ	ساقی کی سست آنکھ سے گردش میں جام دیکھ	” ”
نہ اسکے دامن میں الجھانے میرا دامن سے یہی انگ	ہوا میرا نگار گیا، جوشِ شربت بکھا ہی ہے	مضطر خیر آبادی
نہ دل میں لہو ہے نہ آنکھوں میں آنسو	نعموں کی چوڑی ہوئی آستین ہوں	منظر بکھنوی
نادا ہسی یہ اتنے بھی نادان نہیں ہیں ہم	خود ہم نے جا جان کے کتنے فریب کھائے	غندیب شادانی
ساز و مظر نے جامِ وصالی نہ بہا چرچا باقی	نگاہِ شمعِ سحر کے پردے نقشہِ انجمن ہے باقی	اختر شیرانی
نہ چل کھلے ہیں نہ مان ملے نہ سے پی ہے	عجیب نگے کے بہار گزری ہے	فیض احمد فیض

نہ فامری بقامری مجھے اکیلے نہ دھونڈتے  
 نئی صبح پر نظر ہے مگر آہ یہ بھی دے  
 نہ کر خدا کے لئے بار بار ذکر بہشت  
 نہ پوچھو کیا گذرتی ہے ل خود دار پر اکثر  
 نشاط اگر محض عقل تھی جس کی تابانی  
 نہیں سن اب سمع فانوس خانہ  
 تا خدا موجوں کی اس نرم خراپی نہ جا  
 نفس تو یہاں جنتوں کی بارش ہے  
 نئی بہار ہنسے اک نیا چمن کھل جائے  
 نہیں کچھ اور تو ممکن تھی خودی پھر بھی  
 نظر سے نظر کی لڑی جب نظر  
 نہ جا برق کی چمک تھی یا شر کی لپک

کسی کا حسن خیال ہو مر اکوئی وجود نہیں  
 یہ سحر بھی فتنہ رفتہ کہیں شام تک پہنچے  
 ہم آسمان کا مکر فریب کیوں کھائیں  
 کسی نے نہ کو جب مہربا کہنا ہی پڑتا ہے  
 اسی چراغ سے کیوں انجن میں آگ لگی  
 یہ گیسو بکھرتے ہیں شانہ بہ شانہ  
 یہی موجیں تو بدل جاتی طوفانوں میں  
 ہے بد نصیب زندگی نہ اس آئی  
 سمجھ سکے کوئی مطلب اگر اشاروں کا  
 ہے کوئی بات کہ جیتا ہے آدمی پھر بھی  
 نظر نے نظر کو یا دل نذر  
 ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب تھا

شکیل بد الوافی

” ”

ندیم قاسمی

جلن ناتھ آزاد

ادیب سہارنپوری

نثار واحدی

افسر بکھنوی

پیام بکھنوی

شبنم آزاد

مسکین احمد

نامعلوم

انیس

و

والے نادانی کہ دقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کہہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا خواجہ میر درد  
 وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے ہر اک چیز سے دل اٹکھا کر چلے میر  
 وہ آئے نرم میں اتنا تو میر نے دیکھا پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی  
 وصل میں بھی نہیں مجالِ سخن اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم منور خاں غافل  
 وہ نہیں ہو کر رکھائی جو کل جاؤں گا آج جانا تھا تو صفہ تری کل جاؤں گا آتش  
 وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغِ جلے تمام ارات چراغوں سے اپنے داغِ جلے ناسخ  
 وہ آئیں گے ہمیں ہمار خدا کی قدرت سے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں غالب  
 واعظانہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی  
 دستِ جنوں کے چلیے صدف کے چین سے پھیلا پاؤں ہم نے گریبانِ چاک میں مومن  
 وہ آئے ہیں پشیمان لاش پر اب تجھے لے زندگی لاؤں کہاں سے  
 وہ شیفتہ کہ معلوم تھی حقہ کے زہد کی میں کیا کہوں رات مجھے کس گھر ملے شیفتہ  
 واہ کیا اس جگہ کا شوخ ہے نگِ بدن جامہ آبی اگر پہنا گلابی ہو گیا اسیرِ بکنہوی  
 وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی دیکھے کون پیشتر آئے جلیل الکپوری

<p>اقبال سیا اکبر آبادی چلبست اصغر گوندوی شفیق محبوب حفیظہ جالندھری آنند نرائن ملہا شکوہت بگلہاری منظر لکھنوی فیض احمد فیض شکیل بدایونی شمیم کرمانی نشور واحدی خارباہ نیکو ساحر لدھیانوی</p>	<p>دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے مرگشتی بھی اک موج روا معلوم ہوتی ہے انہیں کیونکہ سادیا لہ نرنگ کا نشا ہنس سوحسن کروں سدا ایک ایک تمنا سے جو وقت ساتھ رہا ہے جو وقت پر سخت گیر بھی ہے کہ دل چرانے کا ان پر گمان نہیں ہوتا مرنے لوں میں نگ بھر دے لہو کو شراب کر دے ہیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے میسر بننے کو تا سحر تکیہ پر سر رکھنا وہ دنیا چار دن بھی رہنے کے قابل نہ تھی تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے میں سکون دل کی خاطر کوئی دھونڈھوں سہا جو سطح بحر پر دو چار ہاتھ مار آئے وہ زندہ تر ہے جو طوفان میں ٹھیرنا جائے دریہ ہیں لبت دعائیں ارک محبت با جوانی جہاں صبح کے دامن پہ شام ہے ساتھی</p>	<p>واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد وہ شدت لاطم کی کلاب کچھ ہے دریا وہ میں جنکا تھا دید کہ لہر عرش پہ نام تھا وہ عرش کی عظمت سے شاید تہیں واقف ہیں وہ حقیقت سے باخبر ہے وہی علمدار زندگی ہے وہ سب کے سامنے اس دگی سے بیٹھے ہیں وہ سرخوشی کے زندگی کو شباب بہر یاب کر دے وہ کون ہیں جنہیں تو یہ کی مل گئی قسمت وہ کیا جابھلا ہوتی ہے عیش کی باتیں وہ تو کھئے آپ کی الفت میں دل بہلا رہا وہ ویراں، میکہ خم و ساغر اداس ہیں وہ اگر برائے نہیں تو جہان رنگ و بو میں وہ تو بحر کی باتیں سنا رہے ہیں مجھے وہ زندہ ہے جو بے موج و وقت کی رویا وہ کی شب خوش فقاہد دلچسپ وہ نہیں آئیں وہ ہمیں آگیا ہو چاک کرنے پر وہ شب کو</p>
--	---	--

<p>کوثر جاسی جاء کمال را پروری حیات بکنوی</p>	<p>تمام سوزش تفصیل واقعات گئی راہ و رسم دلِ ناکام سے جی ڈرتا ہے بہار کا لطف ہم کو چھو کہ ہم افسوس ہے ہیں</p>	<p>دعویٰ غم پری ان کا اہتمام سکوت دیے وجہ اداسی ہی بے نام خلش وہ کیا نہیں نہیں خبر کیا جو کشن میں ہے</p>
---	--	--



## ی

یاں کی سقیدیاں ہم کو دل جو سواتنا ہے  
یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم میں  
یہ اندر کا اسی عالم جس نے دیکھا ہوا وہ دم  
یاران تیز گام نے منزل کو جالیا  
یہ سن کے نصف شب کو درمیکہ کھلا  
یہ مسجد یہ منجانبہ تعجب اس پہ آتا ہے  
یقین حکم عمل پیہم محبت فاتح عالم  
یہ ہیکل راہیہ تھنڈا سماں یہ کیف بہار  
یوں کہی کسی طرح جب مری زندگی کی رات  
یہ کس نے شاخ گل لاکر قریب آئیاں رکھ دی  
یہ حیات عالم خواب ہے گناہ ہے نہ ثواب ہے  
یوں سکرانے جاسی کلیوں میں پر گئی  
یہ عشق نے دیکھا ہے یہ عقل سے پنہاں ہے  
یہاں کو تا ہی دولت ہے خود گرفتاری

راکو صبح صبح کیا صبح کو جوں توں شام کیا  
قیمت جو عالم کی ہے بیعنا ہے اس کا  
نیا تیغ قضا میرا لقب ہے قال کی آئیں کا  
ہم محونا لہ جس کا رواں ہے  
مانگتا ہے اک بزرگ تہجد گزار نے  
جناح کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی  
جہاد زندگانی میں ہیں میروں کی گھیریں  
یہ کوئی وقت ہے پہلو سے اٹھ کے جانے کا  
چھیر کے داستانِ غم دل نے مجھے سلا دیا  
کہ میں نے شاخِ گل کی بیوی میں نوں زبا رکھ دی  
وہی غمزدی میں خراب ہے جسے علم از جہاں نہیں  
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنادیا  
قطرہ میں سمندرِ درہ میں بیاباں ہے  
جہاں بازو سٹپتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

میر  
آتش  
ناسخ

حاتی  
رہن خیر آبادی  
سائل دہلوی  
اقبال لاہوری  
دل خیمہ چین تھا  
نشاہ جہاں پوری  
سلیم و حیدر الدین  
سینا اکبر آبادی  
چلبست

صخر گوندوی  
" "  
" "

یہ وقت کا انتقام بھی ہے یہ زندگی کا پیام بھی ہے  
 یوں زندگی گزار رہا ہوں تیرے بغیر  
 یہی تو ہیں دستوں محکم انہی پہ قائم ہے نظم عالم  
 یہاں آویزش ہی ٹھہری تو ذرے چھوڑ کر  
 یہ انسان نادیدہ الفت کا مارا  
 یہ بھی ہے خیال ستانے کے ساتھ ساتھ  
 کیس کے آستان پر مجھ کو ذوق سجدے آیا  
 یہی شے ہے کہ ابھیر میں جو ہیں بندہ شوق  
 یہی ہے مطلع موزوں یہی ہے جان غزل  
 یہی فرط شوق کہ صورت تری نہیں دیکھی  
 یادِ ماضی عذاب ہے یارب  
 یہاں تورات کی بیداریاں مسلم ہیں  
 یہ نگہ ہمارا ہے کیوں نہ کر ہے تجھ کو لے ساقی  
 یہی ہے گرس کی کلیا کیا جائے کھلتی ہیں  
 یہ ہر وہ ماہ و کو اکب کی تہم لامحدود  
 یہ وہ منزل ہے کہ الیاں بھی گم خطر بھی گم  
 کہ آج خسر کے سر کی ٹوپی کا وہ زور ہو گئی ہے شفقت  
 جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں جگر  
 یہی تو ہے زلزلہ و آدم نگاہ میری ثواب تیرا جوش  
 آدمی خورشید دست و گریباں کیوں نہ ہو  
 خدا جانے کس کس کو بے کردہ کر یکا نظر مکنہی  
 ہم بھی بدل رہے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ تاثیر  
 کہ آج اپنی جیل اپنی جبین معلوم ہوتی ہے حسرت  
 یہی بت دن آجائیں خدا ہوتے ہیں عابد  
 مری جمال طرازی تمہاری سیم تنی عرش ملیانی  
 مگر جیں تری تعظیم کے لئے خم ہے نقشہ  
 چھین لے مجھ سے حافظہ میرا اختر انصاری  
 مگر وہاں جیں انکھڑوں میں خواب نہیں مجاز  
 محفل تو سونی نہ ہو مجھ کو بھی کچھ آج بھی گئے  
 جو کھلتی ہیں جونسٹی ہیں ادھر بھی ہیں بہاؤ میں خدایا  
 صلائے دعوت پروانہ ہے بشر کے لئے حبیب احمد صدیقی  
 ملے آوارگی شوق کہ ہر سے گدے تاباں

یہ فکر ہے کہ ان آسوں کی دھوکوں میں  
 یہ سب دستِ شبِ بھر کی سحر تو ہوئی  
 نہیں اس کی یہ سستی نہ مری نہیں تری نہیں  
 نیاں والوں کو چھو اسکودل دے سمجھے ہیں  
 یقین عشق نہیں اعتبارِ حسن نہیں  
 یادِ ماضی غمِ امروز امیدِ فردا  
 یہ رات یہ سیکراں اندھیرے  
 یادش بخیر تھا کبھی دوش پر آفتاب  
 یونہی نالوں کے شہروں میں ملا اپنا وجود  
 جسِ خود فردش عجب حسن ہے حسن  
 یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم  
 یہ بیکشتان یہ ستارے یہ چاندنی یہ بیمار  
 یہ نظمِ عالم کہ در کس عبرتِ صبحِ عشرتِ شام غم ہے  
 یاد آئے ہیں اُف گتہ کیا کیا  
 یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار

تری خود کو کبھی نہیں آگئی تو کیا ہوگا  
 مگر شفق میں مرخون آرزو تو نہیں  
 مگر ان کبھی یہ ضد میں ترا وطن یہ مراد وطن  
 بگاڑ آئی ہو زلفیں کسی کی یا سنوار آئی  
 یہ وہم کیا مے دل میں سکا جاتے ہیں  
 کتنے سائے مے ہمراہ چلا کرتے ہیں  
 اک دل کا چراغ جل رہا ہے  
 وہ دل جو ایک قطرہ شبنم ہے ان دنوں  
 کسی نے نہ میں ان کبھول کھلا ہو جیسے  
 وہ بگئے جو اس کے خریدار ہو گئے  
 بھول جاؤ تو فاصلہ ہے بہت  
 نگاہ میں نہ اٹھاؤں تو سب کے سب بیکار  
 چراغ جلے تھے جن دم وہ روشنی ترس گئی  
 ماتھ اٹھائے ہیں جب دعا کے لئے  
 یہاں منزل نہیں ہے راستہ ہے

احسانِ دانش  
 احمد ندیم قاسمی  
 آزاد

نثار احمد نثار لاد

رازِ مراد آبادی

شمیم کرمانی

ظہیر کا شیمری

خاں بارہ بنگوی

راکھ بکنوی

حسن بریلوی

محمود یاز ایاز

عتیق احمد عتیق

جعفر حیات بکنوی

ذکی کا کوروی